

# شمس الاسلام

ماہنامہ

\* بھیرہ (پاکستان) \*

\* \* \*

بابت ماہ محرم ۱۳۷۵ھ

مطابق ماہ ستمبر ۱۹۵۵ء

• \*

تحت ادارہ

علامہ حسین احمد مدنی صاحب مدظلہ العالی  
الہیہ سوسائٹی لاہور  
۱۰۱/۱۱۱ شارع الفلاح لاہور  
(۱۹۵۵ء)



سالانہ چندہ

معاویین سے ۵/۱۰۰

غیر مالک سے ۲/۱۰۰

سالانہ چندہ

عوام سے ۳/۱۰۰

طلبہ سے ۲/۱۰۰

بیکار کا زخم میٹھانے والا  
ظہور احمد صاحب گوی امیر حزب الانصار بھیرہ (مخمس)

منجانب

# حزب الانصار بھیرہ

اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ

انغراض مقاصد

(۱) اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کا تحفظ و اشاعت اسلام  
(۲) اصلاح رسوم و اتباع شریعت اسلامیہ، احیاء و اشاعت علوم دینیہ  
(۳) تربیت شمس الاسلام کا اجراء (۴) دارالعلوم ستریزہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی بہترین

طریق کار

خدمت انجام دے رہا ہے۔ (۵) مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پر ایک چار چوبیس (۶) عظیم الشان سالانہ کانفرنس (۷) امیر حزب الانصار کا مبلغین کے ہزار سالانہ تبلیغی دورہ (۸) کتب خانہ (۹) جامع مسجد بھیرہ کی مرمت۔

جریدہ کے قواعد و ضوابط

(۱) سالہ ہر تقریری ماہ کی پانچ تاریخ کو یا ہندوئی وقت سے شائع ہوتا ہے۔ مضامین ہر ماہ کی دس تاریخ کو ہونے چاہئیں۔ مدیر کا مضمون نگار صاحبان کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں (۲) ارکان حزب الانصار کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ چندہ رکنیت کم از کم چار آنہ (۳) ہر ماہ یقیناً پچیس سالانہ مقررہ (۴) عام سالانہ چندہ سے معاویین سے ۵/۱۰۰ طلبہ سے ۲/۱۰۰ مقرر ہے۔ نمونہ کار پرچہ ہر کے گھٹ موہول ہونے پر بھیجا جاتا ہے (۵) سالہ یا قاعدہ تاریخ پڑتال کے بعد بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے۔ بعض رسائل استہ میں تلف ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں خریداری کی طرف سے جینہ کی ۲۵ تاریخ تک اطلاع موصول ہونے پر سالہ دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔ اطلاع ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار ہوگا (۶) جواب کیلئے جوابی کارڈ یا گھٹ آنا چاہئے (۷) ہندوستان والے اپنا چندہ حاجی فضل الہی عبد المجید صاحبان کیشن کونسل نواب مسجد شریٹ بمبئی دہند وستان، کو بذریعہ مئی آرڈر ارسال کریں گے، بیرنگ ڈاک اور غلط پیرنگ ہو گئے۔ جملہ خط و کتابت و ترسیل زمرہ بنام غلام حسین ایڈیٹر شمس السلام بھیرہ پنجاب ہونی چاہئے

## سرخ نشان

دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا سالہ بذریعہ دی پی آر سال ہوگا، جس کے زائد اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ مئی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور نہ ہو تو اطلاع دیں۔ خدا را دی پی واپس فرما کر ایک اسلامی ادارے کو ناحق نقصان نہ پہنچائیں۔ غلط و کتابت کرتے وقت خریداری غیر کا حوالہ ضرور دیں

غلام حسین منیر سالہ شمس السلام

(بھیرہ)	<p>۷۸۶</p> <h1>شہدائے اسلام</h1> <p>ماہنامہ</p>
شمارہ ۹	<p>جلد ۲۶</p> <p>محرم الحرام ۱۳۷۵ھ</p> <p>ماہ شہریور ۱۹۵۵ء</p>

## فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صاحب مضمون	نمبر صفحہ
۱	بزم انصار	ادارہ	۴
۲	شذرات	"	۵
۳	رسائل و مسائل	"	۸
۴	موت العالم موت العالم	"	۱۲
۵	فلسطين	مولانا سید سیاح الدین صاحب کاکا خیل	۱۳
۶	تھوڑی دیر اہل حق کے ساتھ	ادارہ	۲۰
۷	نور الہدیٰ	محترم خواجہ رشید احمد صاحب محمود	۲۳
۸	شہادت حسین	حضرت مولانا ابوالکلام آزاد	۲۵
۹	شان فادوق (نظم)	حضرت مولانا سید آفاق صاحب کاظمی امرہوی	۳۱

باہتمام غلام حسین ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر ثنائی برقی پریس سرگودھا میں چھپ کر دفتر تحریک شہدائے اسلام جامع مسجد بھیرہ سے شائع ہوا

# بزم انصار و کوائف کارکردگی حزب انصار بھیرہ

(الکاف)

**تبلیغ** مولوی محمد عظیم صاحب  
فاضل عنبریتہ مبلغ  
حزب انصار اپنی شادی کے سلسلہ  
میں ایک ماہ کی رخصت پر ہیں۔ اور مولوی  
محمد عین صاحب مبلغ حزب  
الانصار حلاقہ جالب وغیرہ مبلغ  
جسلم میں دودھ کر رہے ہیں۔

**عشرہ محترم الحرام** گزشتہ کئی  
سالوں سے

عشرہ محترم الحرام میں تبلیغی مجلس  
حزب انصار کی سرپرستی میں ہوا  
کرتے تھے۔ مگر اس سال شومنی قسمت  
سے دفعہ ایک سو چالیس ناقد ہونے  
کا وجہ سے اجلاس نہ ہو سکے۔

البتہ محترم کی دستوں رات کو ایک  
تبلیغی جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں امیر  
حزب انصار حضرت مولانا افتخار احمد  
صاحب بگوی نے فلسفہ شہادت پر  
تقریر کی۔

دارالعلوم عنبریتہ میں تسلیم و تسلیم کا جلسہ جاری  
ہے۔ طالبان علوم و دینیہ نہایت محنت سے  
مصرف تسلیم ہیں۔

**تعمیر کتب خانہ** حزب انصار کا  
کتب خانہ پنجاب

کے قدیمی کتب خانوں میں سے ہے۔ جس میں  
کافی تعداد میں قلمی اور نایاب کتب ہیں۔ اس  
وقت کتب خانہ میں کم و بیش ساٹھ پانچ  
ہزار کے قریب کتب موجود ہیں۔ سابقہ کتب  
خانہ کا کمرہ تنگ و تاریک ہونے کے  
علاوہ مختصر ماحول۔ جس میں گتاہیں  
رکھنی دشوار تھیں۔ اس وقت کو پیش نظر  
دیکھتے ہوئے ایک بڑا کمرہ سترہ فٹ چوڑا  
اور پائیس فٹ لمبا بنانا شروع کیا گیا ہے۔  
جس میں ہوا اور روشنی کا خاص خیال  
رکھا گیا ہے۔

ارباب خیر سے استدعا ہے۔  
کہ دعا و توجہ کریں۔ تاکہ کتب خانہ  
بمیرہ فوری انجام پذیر ہو۔ اور یہ یادگار  
ابہ آباد تک آباد رہے۔ اور تشنگان علم  
اس سے سیراب ہوتے رہیں۔

# شذرات

## (اداری)

### یوم آزادی

۱۴ اگست کا دن مملکت پاکستان کی آزادی کا سالگرہ ہے۔ استقلال پاکستان کی خوشی میں سرکاری اور غیر سرکاری طور سے یہ دن خاص اہتمام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ چنانچہ گزشتہ سالوں کی طرح اس سال ۱۴ اگست ۱۹۵۵ء کو بھی یہ تقریب بڑی دھوم دھام اور شان و شوکت کے ساتھ سرانجام دی گئی۔ بڑے بڑے شہروں اور صوبائی مراکز میں بازاروں کو سجایا گیا۔ دروازے بند کئے گئے، بجلی کے قلعے روشن کئے گئے، کچھ غریبوں کو خیرات بانٹی گئی۔ بچوں کو مٹھائیاں تقسیم کی گئیں۔ جلوس نکالے گئے، پینڈو بجائے گئے، تماشے کئے گئے، جلسے منعقد ہوئے، چھوٹے درجے کے یٹروں نے اسٹیجوں سے تقریریں کیں اور اپنے طبقے کے یٹروں اور سندھنارت و حکومت پر سرفراز ہونے والے ”ملا اعلیٰ“ نے نشری بیانات کے ذریعہ قوم کو پیغام عمل دیا۔ اور اس طرح ۱۴ اگست کا دن اسی یاد ہو میں گند گیا۔ اور ہم آزادی کے آٹھ سال گزار کر فیض سال میں داخل ہوئے۔ فللہ الحمد۔

ہم مسلمان ہیں۔ اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم کو یہ سوچنا چاہئے کیا یوم استقلال کی تقریب ہم کو اسی طرح منانی چاہئے جس طرح آج تک ہر سال ہم مناتے رہے ہیں؟ یا ہمارا مقام اور ہمارا فریضہ اس معاملہ میں کچھ اور ہے؟ دنیا کی دو سری قومیں اپنی آزادی کی سالگرہ کو جس طرح سے منا رہی ہوں ہم مسلمانوں کو نہ انکی نقالی کرنی

چاہئے، اور نہ انکو اپنے لئے نمونہ عمل بنالینا چاہئے۔ ان کے ہاں آزادی کا مطلب اپنے نفس کی خواہشات پورا کرنے کے لئے آزاد ہونا ہے۔ لیکن مسلمان کے عقیدہ میں آزادی کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ غیر اللہ کے تمام بندھنوں اور پابندیوں سے آزاد ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی غلامی حاصل ہو جائے۔ اور مسلمان بلا روک ٹوک اپنے آقائے حقیقی کے قوانین و احکام کی پوری پوری پابندی کر سکیں۔ وہ اپنی مملکت کے باغ میں سرور کی طرح آزاد بھی ہو، لیکن ساتھ ہی ساتھ ایک دو سری حیثیت سے پابہ عمل بھی ہو، اور انہی پابندیوں میں رہتے ہوئے وہ اپنی آزادی کو برقرار رکھے۔ ہر دھات کی زنجیر سے اس کے ہاتھ پاؤں آزاد ہوں لیکن شریعت الہی کی زنجیر سیمیں میں بندھا ہوا بھی ہو۔

اس حقیقت کو پیش نظر رکھنے کے بعد چاہئے یہ کہ ۱۴ اگست کو ہم سب چھوٹے بڑے عوام اور عوام کے نمائندے، ماعی اور رعایا خود اپنی زندگیوں اور گزشتہ سال کے کئے ہوئے اعمال و افعال کا جائزہ لیں۔ اور ہر ایک کو خود اپنا احتساب کرنا چاہئے کہ میں نے بحیثیت آزاد مسلمان اپنی زندگی کیسی گذاری۔ اس احتساب نفس کے بعد اگر ہمارا دیا تدارانہ فیصلہ یہ ہو کہ ہم نے ایک مسلمان کی طرح خدا و رسول کی اطاعت میں دن گزارے اور ایتس بسر کی ہیں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے

اور ہماری خوشی کی تقریب یہ ہوگی کہ اس توفیق خیر و صلاح پر سجدہ شکر ادا کریں۔ اور الحاح و زاری کے ساتھ مزید توفیق کی دعا میں مانگیں۔ اور اگر ہماری عملی حالت ہماری بقیعتی سے کچھ اور طرح رہی ہو اور ہم نے ایمان کے تقاضوں کو اپنی عملی زندگی میں پورا نہ کیا ہو۔ اور خدا و رسول کے احکام سے غفلت برت کر ہو اور ہوس کے بندے بن کر نافرمانی کی ہو تو پھر بلاشبہ یہ دن خوشی منانے کا نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنے جرم و قصور کا اعتراف اور توبہ و استغفار کا دن ہے۔ اور پھر یہ سالگرہ صرف اسی لئے منانا چاہئے کہ ہم آہ و زاری اور درد مندانہ دعاؤں اور التجاؤں سے اپنے مولا کو منائیں اور راضی کریں۔ اور یہ دن ”یوم التوبہ“ ہے۔ پھر ہم کو یہ وقت تماشوں میں کھو کر ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ تمام دن اللہ تعالیٰ کے سامنے ندامت کے آنسو بہانے پر خلوص دعاؤں کرنے، مخلصانہ خیرات و صدقات اور غریبوں اور مسکینوں کی عملی نمدردی اور ان کے دکھ درد دور کرنے کی کوششوں میں مصروف رہنا چاہئے۔

ملک میں داخلی پریشانیوں اور قوم کے اضطراب و بے چینی سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ عوام کی معاشی حالت روز بروز غراب ہوتی جا رہی ہے۔ اور اب اقتدار و اختیار محدود اور مناصب کے لئے آپس میں دست و گریبان ہیں اور جوڑ توڑ جاری ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان چیزوں سے بھی اور ان کے برے نتائج سے بھی چشم پوشی نہیں کی جاسکتی۔ لیکن اگر فی الحال آپ ان چیزوں کو ایک طرف رکھ بھی دیں تو خارجی معاملات کے لحاظ سے کشمیر کا مسئلہ اسی طرح اہل ملک کے لئے وجہ اضطراب اور موجب رنج و غم ہے۔ بھارتی

لیڈروں کے پے پیے بیانات نے یہ بات بالکل واضح کر دی ہے کہ وہ کشمیر کو اب مفہم کرنا چاہتے ہیں۔ اور کسی معقول فیصلہ کے سامنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور کیوں نہیں؟ اس کے وجوہات واضح ہیں۔ کہ زبردست کبھی عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔ اور اس کے ہاں معیار حق و ناحق صرف اپنی طاقت و قوت ہوتا ہے۔ مقبوضہ کشمیر کے مظلوم و مقبور مسلمانوں کو صرف یہ نوک سنگین اپنی آزادانہ رائے اور فیصلہ سے روکا جا رہا ہے۔ اور ہمارے لاکھوں مسلمان بھائی آٹھ سال سے ظلم و جبر کی چکی میں پیسے جا رہے ہیں۔ ہم یہ سب کچھ دیکھتے ہیں۔ مگر اب تک اس کا کوئی کامیاب حل سوچا نہ جا سکا۔ سمجھنا چاہئے کہ ہماری یہ حالت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تنبیہ ہے کہ ہم خواب غفلت کے بیدار ہوں اور اپنے اللہ کی طرف رجوع کریں۔ مسلمان ہوتے ہوئے اور اسلام کا بلند بانگ دعویٰ رکھتے ہوئے ہم ایمان و اسلام کے تقاضوں کو اب تک جس بے پرواہی سے پس پشت ڈالے ہوئے ہیں۔ فردوسی ہے کہ اب تو ہم اس نامناسب رویہ کو بدل دیں۔ قرآن مجید کی متعدد آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے یہ بات بالکل واضح طور سے ثابت ہوتی ہے کہ مسلمان کے لئے ہر دشمن کی مفاومت و مدافعت کا کامیاب اسلحہ تقویٰ، پرہیزگاری اور امانت الی اللہ ہے۔ ہر قسم کی مادی تیاری کی یقیناً ضرورت ہے۔ اور جہاں تک ممکن ہو ساز و سامان اور اسلحہ کی تیاری میں مصروف رہنا چاہئے۔ **وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ**

تقویٰ -

آبادیوں پر اللہ تعالیٰ کے غضب نازل ہونے کا ہر وقت خطرہ ہے۔

حکومت حاکمانہ اقتدار اور قانون کے زور سے اور عام قوم اپنے اجتماعی دباؤ سے اگر چاہتے تو ان تمام مفاسد کو بالکل ختم ورنہ کم تو یقیناً کر سکتی ہے۔ اگر ان مصیبتوں اور پریشانیوں کے دور میں پاکستان کے مسلمانوں کو خداوند تعالیٰ رحمتیں درکار ہیں تو خدا را وہ تمام غلط کاریوں کو بند کر دیں۔ نعوذ باللہ من شعور وفسنا ومن سیئات اعمالنا۔

آج ہماری گردنیں شرم وندامت سے جھک جاتی ہیں جب آٹھ سال گزند جانے کے باوجود ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہم پاکستان کو برائیوں سے پاک نہ کر سکے۔ اور اسلامی دستور و آئین کی تنفیذ و ترویج اور ایک مثالی اسلامی ریاست کا عملی نمونہ تو کیا اب تک ہم نے اس کی ترتیب و تدوین بھی نہیں کی ہے۔ اور ازاں کہلائے جانے کے باوجود ۳۵ لاکھ انڈیا ایکٹ کے مطابق ہمارا نظام حکومت انگریز کا بنایا ہوا وہ فرسودہ نظام ہے، جو تمام اخلاقی، معاشی اور سیاسی خرابیوں اور تباہیوں کی جڑ ہے۔

مری نگاہ میں ہے یہ سیاست لادین  
کینتر اہر من و دوں ناد و مردہ ضمیر  
اللہ تعالیٰ ہم کو نظام اسلام کے اجراء و تنفیذ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین +

مگر مسلمان کا بھروسہ اور اعتماد ان مادی وسائل و آلات پر نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد پر ہوتا ہے۔

کا فرسہ تو شمشیر پہ رکھتا ہے بھروسہ  
مومن ہے قعبے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اس لئے ہر ممکن تدبیر اختیار کرنا لازمی اور شرعاً مامور ہے۔ لیکن تمام تدابیر استعمال کرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد پر بھروسہ اور اعتماد ہو اور یہ یقین کامل ہو کہ ہر تدبیر کو کامیاب کرنا محض اسی کے اختیار میں ہے۔

ان تنصر وا اللہ | اگر تم اللہ کے دین کی بھاد کرو گے  
ینصرکم | تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔  
وان ینصرکم فلا | اور اگر وہ تمہاری مدد کرے  
غالب لکم۔ | تو کوئی نہیں جو تم پر غالب آسکے۔

پس آج اگر ہم ہر دشمن کے مقابلہ میں نصرت الہی چاہتے ہیں تو اس کا صحیح طریقہ کار یہ ہے کہ اللہ کے دین کو اپنے عملی زندگی میں پورا کا پورا نافذ کریں۔ تقویٰ اختیار کریں، اپنی سیرت و کردار کو بدلیں، نیکی پر متفق ہو جائیں۔ ہم میں سے ہر شخص انفرادی طور پر اپنی سابقہ زندگی میں فرق ایسا پیدا کرے جس سے محسوس ہو جائے کہ اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے کی کیفیت پیدا ہونے لگی ہے۔ ہم میں اجتماعی طور سے نیکی اور بھلائی کو فروغ ہونا چاہئے۔ ہماری بستیوں اور شہروں سے گناہوں اور بے عیاشی و فحاشی کے وہ تمام اڈے دور ہونے چاہئیں، جن کے موجود ہوتے ہوئے ہماری



# رَسَائِلُ مَسَائِلُ

ادارہ :

سوال : ایک لڑکے نے بذریعہ خط ایک لڑکی مثلاً ذینب کو یہ لکھا کہ "موصدہ دراز سے میں آپ سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اور خود آپ کو بھی میرے اس ارادے کا علم ہے۔ لیکن اب تک میرے رشتہ دار مانع تھے اور وہ پسند نہیں کرتے تھے۔ اب وہ کچھ راضی تو ہو گئے ہیں۔ لیکن معلوم نہیں کہ ہم سب نکاح کرنے کے لئے کب آپ کے ہاں آسکیں گے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ یہ کام جلدی ہو جائے۔ نکاح ہو جانے کے بعد پھر وہ رکاوٹ ڈال سکیں گے نہ آپ کے لئے کوئی مانع ہوگا۔ لہذا میں اس خط کے ذریعہ سر آپ کو پیغام نکاح بھیج رہا ہوں۔ میں نے تو اپنی طرف سے تجھ سے نکاح کر دیا ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ بھی قبول کریں گے۔ بہتر ہوگا کہ آپ گواہوں کے سامنے قبول کر کے مجھے اطلاع دیں۔ تاکہ میں رشتہ داروں کو کہہ سکوں کہ نکاح تو ہو گیا۔ یہ خط بذریعہ ڈاک لڑکی کے پاس پہنچا۔ وہ خود تعلیم یافتہ ہے۔ اس نے کھول کر خط پڑھا۔ اور اس مجلس میں خاموش رہی کچھ نہ کہا۔ بلکہ اس معاملہ میں سوچنے لگی۔ کہ کیا کرے۔ خط پہنچنے کے دوسرے دن اس نے اپنے بعض رشتہ دار اور دو تین اور معتمد آدمی مجلس میں بلائے۔ اور اس نے وہ خط اول سے آخر تک سنایا۔ اور کہا کہ میں نے بھی تمام حالات کو سوچ کر فیصلہ کر دیا ہے کہ میں اس نکاح کو قبول کر دوں۔ لہذا تمہارے سامنے میں یہ اعلان کرتی ہوں کہ میں نے اپنے آپ کو اس کے نکاح میں دیا۔

اور مجھے منظور ہے۔ اور میں خط کے ذریعہ اس کو اطلاع بھی دیتی ہوں۔ چنانچہ اس لڑکی نے خود اپنے قلم سے یہ سارا واقعہ اور اپنے یہ الفاظ لکھ کر مفصل خط اس لڑکے کو بھیجا۔ اس واقعہ کے بعد دونوں خاندانوں کے تعلقات بعض دوسرے معاملات کی وجہ سے کشیدہ ہو گئے۔ حتیٰ کہ لڑکی کے رشتہ داروں نے اور ان کے اغواء سے لڑکی نے نکاح ہو جانے سے انکار کر دیا۔ اور وہ کہنے لگے کہ باقاعدہ نکاح تو وہ ہوتا ہے کہ مجلس نکاح منعقد ہو۔ لڑکا خود موجود ہو۔ لڑکی کی طرف سے کوئی دلی یا وکیل ایجاب کرے۔ اور لڑکا قبول کرے۔ یہاں وہ تمام صورتیں پائی نہیں گئیں۔ لہذا یہ شرعی نکاح ہوا نہیں۔ پس آپ بتائیے کہ صورت مذکورہ بالا میں اس طرح خط و کتابت کے ذریعہ نکاح ہوا یا نہیں؟ واضح ہے کہ وہ گواہ یہ گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے اس طرح مجلس منعقد ہوئی، خط پڑھا گیا۔ اور لڑکی نے اس کے جواب میں یہ الفاظ کہہ دیئے تھے۔

الجواب : اگر واقعہ یہی ہے جو سوال میں مندرج ہے۔ تو یہ نکاح شرعاً منعقد ہے۔ کیونکہ جس طرح نکاح مجلس میں لڑکے اور لڑکی کی موجودگی یا ان کے وکیلوں کی موجودگی اور آمنے سامنے ایجاب و قبول سے منعقد ہوتا ہے۔ اسی طرح غائبانہ کتابت سے بھی منعقد ہوتا کرتا ہے۔ فی الشامی قولہ ففتح، فاند قال یعتقد النکاح بالکتاب کما یعتقد بالخطاب و صوسہ تلہ ان یکتب الیہا یخطبہا فاذا بلغہا



الکتاب احضرت الشہود وقرأتہ علیہم و  
قالت زوجت نفسی منه اوتقول ان فلاناً  
کتب الی یخطبني فاشهد وانی زوجت نفسی  
منہ الخ (شامی جلد ۲ ص ۲۷)

فقہاء کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ جس خط  
میں نکاح کا پیغام یا ایجاب نکاح کے الفاظ ہوں اور  
وہ خط دوسرے کو پہنچے اور اسی مجلس میں نہ اسے  
قبول کرے اور نہ رد کرے اور مجلس بدل جائے تو  
اس تبدل مجلس سے وہ ایجاب باطل نہیں ہوتا، بلکہ  
اسی طرح باقی رہتا ہے۔ حالانکہ اگر دونوں مجلس میں حاضر  
ہوں اور ایک طرف سے ایجاب ہو جائے اور دوسرا  
اسی مجلس میں قبول نہ کرے، بلکہ اٹھ کر چلا جائے تو وہ  
ایجاب باطل ہو جائے۔ دوسری مجلس میں دوبارہ  
ایجاب ہوئے بغیر وہ قبول معتبر نہ ہوگا۔ چاہے کہ مجلس  
ثانی میں پھر ایجاب ہو تب قبول کرنا درست ہوگا۔ مگر  
کتابت میں یہ صورت نہیں۔ بلکہ دوسری مجلس میں  
اگر وہ خط پھر پڑھا جائے اور گواہوں کے سامنے یہ بات  
واضح کر دجائے کہ مجھے یہ خط آیا ہے اور اس میں فلاں نے  
ایجاب نکاح کے بارے میں یوں لکھا ہے اور میں اسے قبول  
کرنا ہوں، یا کرتی ہوں۔ تو وہ قبول معتبر ہوگا۔ اور نکاح  
منفرد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ شامی نے لکھا ہے :-  
وذكر الشيخ الاسلام خواهر زادہ فی مبسوطہ  
الكتاب والخطاب سواء الا فی فصل واحد  
وهوانه لو كان حاضرًا فخطبها بالنكاح فلم  
يجب فی مجلس الخطاب ثم اجابت فی مجلس  
آخر فان النكاح لا یصح فی الکتاب اذا بلغها و  
قرأت الکتاب ولم تزوج نفسها منه فی

المجلس الذي قرأت الکتاب فيه ثم زوجت  
نفسها فی مجلس آخر بین یدی الشہود وقد سمعوا  
کلامها وما فی الکتاب یصح النکاح لان الغائب  
انما صار خا طبا لها بالکتاب والکتاب باق فی  
مجلس الثانی فصار بقاء الکتاب فی مجلسه وقد  
سمع الشہود ما فیہ فی المجلس الثانی بمنزلة ما لو  
تكرر الخطاب من الحاضر فی مجلس آخر فاما اذا  
كان حاضرا فانما صار خا طبا لها بالكلام وما وجد  
من الکلام لا یبقى الی المجلس الثانی وانما سمع  
الشہود فی المجلس الثانی احد مشطری العقد الخ  
(شامی ج ۲ ص ۷)

مندرجہ بالا تفصیلی روایت کی بنا پر مسئلہ یہ ہے  
کہ جب لڑکے نے خط بھیجا اور اس میں نکاح کرنے کا  
باقاعدہ ذکر کیا، جو کتابت کے ذریعہ سے ایجاب نکاح  
ہے۔ خط پہنچنے کے بعد لڑکی نے اگرچہ پڑھتے ہی اس  
مجلس میں قبول نہیں کیا۔ لیکن اسے رد بھی نہیں کیا۔ لہذا  
وہ ایجاب اسی طرح باقی ہے۔ دوسرے روز گواہوں کو بلا کر  
ان سب کے سامنے لڑکی نے وہ خط پھر پڑھ کر سنایا ہے۔  
گواہوں نے خط کے اس مضمون کو جو ایجاب نکاح پر مشتمل  
ہے اسی مجلس میں سن لیا۔ اور ساتھ ہی ان کے سامنے  
لڑکی نے اس لڑکے کے ساتھ اپنے نکاح کر دینے کا اعلان  
کر دیا اور قبول نکاح کا اظہار کر دیا۔ تو بس اسی سے  
شرعی نکاح منعقد ہوا ہے۔ چاہے کہ دونوں خاندان  
آپس کی کشیدگی دور کر دیں۔ اور اس کو شرعی نکاح سمجھ کر  
آپس میں ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا موقع  
دیں اور جھگڑے اور مناقشے چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ  
دونوں گروہوں کو خیر و صلاح کی توفیق دے۔ آمین

هو العادة من غير بيع كالحدس وللح والذيت و  
خوها ثم اشتراها بعد ما انحدمت مع اه فيجوز  
بيع المحدث ومرهنا اه - اور اس قسم کی خرید و فروخت کی  
صحت و بواز کے لئے علامہ شامی نے فقہاء کرام کی مختلف  
تخریجات اور وجوہ بواز نقل کی ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک  
صاحب النثر الفائق کی یہ لکھی ہے کہ یہ بیع لفظی میں داخل  
ہے۔ یعنی یہ معدوم کی بیع نہیں، بلکہ ہر روز بیع و شراء کا  
معاملہ ہوتا رہتا ہے۔ اور ثمن پہلے سے طے شدہ ہونے کی  
وجہ سے معلوم ہے۔ ہر بار تصریح کی ضرورت نہیں۔  
وخرجهما فی النہم علی کون الماخوذ من الحدس و  
نحوہ بیعاً بالتعاطی وانه لا یحتاج فی مثله الی بیان  
الثمن لانه معلوم اه قلت ما فی النہم مبنی علی  
ان الثمن معلوم لکنہ علی ہذا الیکون من بیع  
المحدث وم بل کما اخذ شیئاً انعقد بیعاً شئہ للعلوم  
اه (دشامی ج ۴ ص ۳۸)

پس آپ بیشک یہ معاملہ کیا کیجئے اور دل میں کوئی  
شہ نہ لائیے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ قیمت پہلے طے کیجئے  
تاکہ پھر آخر میں جھگڑا نہ رہے۔

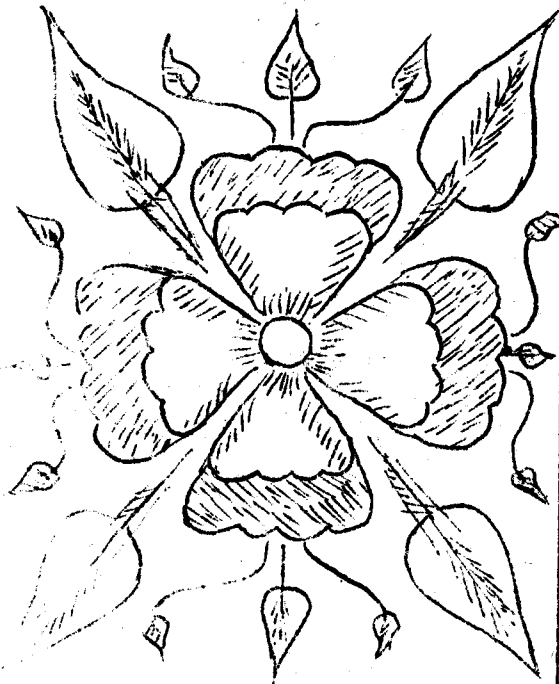
**سوال :** میرے پاس دوسرے شہروں سے لوگ  
اپنا مال بھیج دیتے ہیں۔ اور میں ان کے لئے یہاں اذیت لیکر  
فروخت کیا کرتا ہوں۔ گزشتہ ماہ مجھے دو سو من ایک  
چیز بھیج دی گئی۔ اور مالک نے مجھے کھانا میرے لئے یہ دس  
روپیہ من کے حساب سے فروخت کر دیا۔ میں نے کوشش  
کر کے وہ مال گیارہ روپیہ من کے حساب سے فروخت کیا۔  
چونکہ مالک نے دس روپیہ پر رضا مندی کا اظہار کیا تھا، اس لئے  
میں نے اس کو دس روپیہ من لگا کر دو ہزار روپیہ قیمت لگا دی۔  
اور اپنا حق الخدمت ہم من کے حساب سے وصول کیا۔ اور

**سوال :** میں اپنے گھر کے نرچ کے لئے قمیاض سے روزانہ  
سیر کبھی ڈیڑھ سیر گوشت منگوایا کرتا ہوں اور وہ اپنے  
ہاں لکھ لیا کرتا ہے۔ اسی طرح دودھ کی دکان سے روزانہ  
دو سیر یا کبھی ڈھائی سیر دودھ آتا ہے۔ وہ بھی اپنے ہاں  
لکھتا رہتا ہے۔ دس مہینے یا سال کے بعد جب کبھی میرے  
پاس رقم ہو جاتی ہے تو ان سے حساب کر لیتا ہوں۔ اور طے  
شدہ نرخ کے مطابق جتنا گوشت ہوا اور جتنا دودھ ہوا اسکی  
قیمت ادا کرتا ہوں۔ چند روز ہوئے ایک دوست نے مجھے  
شک ڈال دیا کہ اس طرح تو آپ شراء فاسد کر رہے ہیں۔  
کیونکہ روزانہ لاتے وقت تو آپ باقاعہ شراء نہیں کرتے  
اور سال بھر کے بعد حساب کرتے وقت وہ چیز موجود نہیں  
ہوتی۔ تو آپ شراء معدوم کر رہے ہیں۔ یہ مسئلہ سننے کے  
بعد میں پریشان ہوں کہ کیا کروں۔

**الجواب :** پریشانی کی کوئی وجہ نہیں۔ آپ کے  
دوست کو شاید فقہ کی کتابوں پر پوری نظر نہیں۔ چند فقہی  
مسائل اس کے سامنے ہیں۔ اور ان کی روشنی میں اس نے خود  
قیاس کر کے آپ کو یہ فتویٰ دیا اور پریشان کیا۔ معاملہ کی جو  
صورت آپ نے پیش کی ہے، اس کو فقہاء کرام بیع  
الاستیجارہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور اسے  
استحساناً جائز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ فقہ کی مشہور و مستند  
کتاب در مختار میں ہے : ما یستجرہ الانسان من البیاع  
اذا احاسبہ علی آثمنا ہا بعد استہلاکھا جازا استحساناً  
(ہامش شامی ج ۴ ص ۳۸)۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے علامہ  
شامی نے صاحب البحر الرائق کی ایک عبارت نقل کی ہے :  
ومما تسا محو فیہ واخرجوہ عن ہذا القاعدۃ  
(ای قاعدۃ عدم جواز بیع المعدوم) ما فی القنیۃ  
الاشیاء التی تؤخذ من البیاع علی وجہ الخرج کما

کیا تھا۔ اور اب یہ میرا حق ہے۔ کوئی ایسا گواہ موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ خالد نے زید کو یہ دکان خریدنے کے لئے کہا تھا۔ محض زید کا بوقت خریداری وہ سابقہ اقرار ہے۔ تو بتائیے شرعاً یہ دکان کس کا حق ہے ؟

**الجواب :** جب زید نے خریدتے وقت عمرو کے سامنے یہ اقرار کیا تھا کہ میں خالد کی طرف سے اس مکان کے خریدنے کے لئے وکیل ہوں، اور اس کے لئے خریدنا چاہتا ہوں۔ تو اس اقرار کی بنا پر اب خالد ہی اس خریدی ہوئی دکان کا حقدار ہے۔ کیونکہ زید کا موجودہ یا اس کے سابقہ اقرار کے خلاف ہے۔ فی الدعا الختصاص قال یعنی هذا العمى وفبا عهده انكم الاله اهل نكح للمشتري ان عمى الاله بالشراء اخذ لا عمى رونا انكاس الاله لما قضت له لا قه اسلا بتوكيله بقوله بعني لعمى و۔ درختہ بر بامش شای جم مستقر



باقی ماندہ رقم بیچدی۔ ایک روپیہ فی من گراں فروخت کرنے کا بھی خود اپنے پاس رکھا۔ بعد میں اس کو یہ معلوم بھی ہو گیا۔ مگر اس نے کچھ اعتراض نہیں کیا۔ یہ سمجھ کر کہ مجھے تو اپنا حق میری مرضی کے مطابق مل گیا ہے۔ تو کیا مندرجہ بالا صورت میں یہ دوسروں پر شرعاً میرے لئے حلال ہے یا نہ ؟

**الجواب :** جب آپ نے اصل مالک کی طرف سے وکیل بنکر مال بیچا ہے۔ جو جس قدر ثمن آپ مشتری سے ملے کر کے وصول کریں گے وہ سب مال کے مالک کا حق ہے۔ لہذا مالک مال کا حق بائیس سو روپیہ ہے۔ کیونکہ وہ مادی رقم اس مالک کے ملک کو مال کا بدلہ ہے۔ آپ کو دوسو روپیہ رکھنا جائز نہیں۔ ہاں اگر مالک کو خبر ہو جائے اور وہ اپنی خوشی سے آپ کو معاف کر دے، یعنی یہ کہہ دے کہ میں نے اپنا وہ حق آپ کو خوشی سے معاف کر دیا ہے تو معاف کر دینے کے بعد حلال ہو جائیگا۔ ورنہ نہیں۔ یعنی اگر مالک کو پورے ثمن کی خبر ہی نہ ہو جائے یا خبر تو ہو جائے لیکن وہ معاف نہ کرے محض خاموش ہی ہے تو آپ کیلئے حلال نہیں۔ آپ کو چاہئے کہ مالک کو سارا واقعہ لکھ کر یا روپیہ دیدیجئے یا اس سے معاف کرایجئے۔ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تكون تجارۃ عن تراض منکم۔ الایہ۔ فقط والسلام۔

**سوال :** زید نے ایک دکان عمرو سے یہ کمکر خریدی کہ مجھے خالد نے وکیل مقرر کیا ہے۔ آپ خالد کے لئے مجھ پر یہ دکان فروخت کیجئے۔ چنانچہ عمرو نے وہ دکان دو ہزار پر فروخت کر دی۔ خریدنے کے بعد وہ زید کو خود پسند آئی اور کہنے لگا کہ مجھے تو خالد نے نہیں کہا تھا۔ اس لئے میں اس کو نہیں دیتا۔ خود اپنے لئے میں نے خریدی ہے۔ اور خالد کہہ رہا ہے کہ نہیں، میں نے اسے خریدنے کے لئے مقرر

# مَوْتُ الْعَالَمِ مَوْتُ الْعَالَمِ انتقالِ مَلاک

(ادارہ)

دیندار حلقوں میں یہ اندہ ہناک قبر نہایت رنج و الم سے سنی جائیگی۔ کہ حضرت پیر سید غوث محمد شاہ صاحب سجادہ فشین ترمینی شریف ضلع جہلم تباریخ ۱۴ رذی الحجہ ۱۳۴۷ھ بموافق ۹ اگست ۱۹۵۵ء بروز جمعہ المبارک انتقال فرما گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ سَرَّاجِعُوْنَ -

حضرت پیر صاحب ترمینوی مرحوم و مغفور مولانا ظہور احمد صاحب بگوسی مرحوم کے تبلیغی میدان میں اور دارالعلوم کی سرپرستی میں دست راست تھے۔ بانی حزب الانصار کی وفات حسرت آیات کے بعد بھی قبلہ پیر صاحب مرحوم نے دارالعلوم عزیزیہ کی سرپرستی پہلے سے زیادہ کی۔ آپ جب بھی بھرہ تشریف فرما جوتے تو جامع مسجد میں اپنی تقریر و لپسیر سے سامعین کو گراستے۔ اور کھیتی ایمان کو آیات و احادیث اور بزرگان کرام کے اقوال سے تازگی بخشتے۔ آپ کے قلب میں اسلام اور مدارس دینیہ کی بے حد محبت تھی ایک دفعہ آپ کو معلوم ہوا کہ دارالعلوم عزیزیہ جو کہ علم و عرفان کا چشمہ ہے۔ اور پنجاب کی ہی نہیں بلکہ اطراف پاکستان کے طلباء جس میں مصروف تعلیم ہیں۔ اب مالی بحران میں مبتلا ہو کر رو بہ تنزل ہے۔ آپ نے آئینہ آئیدہ ہو کر اعلان کیا۔ کہ لوگو! مجھے یہ دیکھ کر سخت دکھ ہوا ہے۔ کہ آج مدرسہ عزیزیہ جسکی مستقل امداد نہ ہونے کے باعث مقروض ہو چکا ہے۔ اور اساتذہ کرام کی تنخواہوں میں رکاوٹ ہو گئی ہے۔ خدا کی قسم اگر میرے پاس دولت ہوتی تو میں اس مدرسہ پر قربان کر دیتا۔ مگر میرے پاس روپیہ و دولت انبار نہیں ہاں سیر پاس اپنا لڑکا (صاحبزادہ) احمد مسجد موجود ہے۔ میں آج اسے مدرسہ عزیزیہ کیلئے فروخت کرنا چاہتا ہوں۔ جو اس کے فروخت کرنے سے وصول ہو وہ قرآن و حدیث و فقہ پڑھنے والوں پر خرچ کیا جائے۔ یہ تمہاں کا دینی جذبہ۔

آپ کی عمر تبلیغ دین میں گندی۔ آپ کی تقریر میں وہ تاثیر تھی کہ سنگدل سے سنگدل آدمی رو دیتا تھا۔ اور اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کا عند کر کے مجلس سے جاتا تھا۔

قبلہ پیر صاحب کے اٹھ جانے سے تبلیغی میدان میں ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے۔ فی الحقیقت ایک ایسا غلا پیدا ہو گیا ہے جس کے پورا ہونے میں ایک صد درازہ درازہ کا رہا ہے۔ غیر انتقال ملتے ہی دارالعلوم عزیزیہ میں رخصت کر دی گئی۔ اور قرآن مجید کے ختم کا ثواب انکی روح پر فوج کو بخشا گیا۔ اللہ کریم انکو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جنت الفردوس مرحمت فرمائے۔ اور پیماندگان کو صبر جمیل عطا کرتے ہوئے مرحوم و مغفور کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین +

(ادارہ)

جہاں مسلمان بستے ہیں

# فلسطین

(مولانا سید سیداح الدین صاحب کا کاخیل)

دینی حالت اور مقامات وغیرہ کے متعلق کچھ لکھنا آسان نہیں۔ فلسطین کے عربوں کے ساتھ جس طرح دشمنوں نے، دوستوں نے، غیروں نے اور اپنے اپنوں نے سلوک کیا ہے وہ قابلِ تفرین اور قابلِ صدا فحسوس ہے۔

## پہلی جنگ عظیم سے پہلے

پہلی جنگ عظیم سے پہلے فلسطین میں عربوں کی حالت بدتر تھی۔ وہ جائیدادوں کے مالک تھے۔ دینی مدارس بکثرت تھے۔ دینی حالت بہت بہتر تھی۔ علماء و فضلاء کا مرکز سرسبز و شاداب تھا۔ وادیاں، باغات اور چمن چشے وغیرہ کی بہتات تھی۔ یہودیوں کی قلیل اقلیت تھی۔ اور ہمیشہ سے یہ علاقہ مسلمانوں کا مرکز اور متبرک مقام رہا ہے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد جب یہ ملک جنگ کے بعد استعماری طاقت کے قبضہ میں

آیا تو اس نے یہودیوں کی ہمت افزائی شروع کی۔ حتیٰ کہ اس ظالم قوم نے اسکی ایک مستقل ریاست کا وعدہ کیا۔ اور اسرائیلی حکومت کے قیام میں مدد دینے کا وعدہ کیا۔ یہودیوں نے اس بنا پر کوشش شروع کی اور استعمار پسند طاقت کے زیرِ اہتمام اسرائیلی حکومت کے قیام کے لئے کوشاں رہے۔

سال ۱۹۴۷ء میں انگریزوں نے فلسطین کی اندرونی پیداوار کو باہر جانے سے روک دیا۔ اس سال

پہلی جنگ عظیم سے پہلے فلسطین شام کا جنوبی حصہ تھا۔ پہلی جنگ عظیم میں جب استعماری طاقتوں کا عرب ممالک پر قبضہ ہوا تو انگریزوں نے فلسطین کو اپنے زیرِ انتداب کر لیا۔ پہلی جنگ عظیم سے پہلے، لوگ فلسطین سے، فلسطین کے نام سے نا آشنا تھے۔ لیکن جنگ کے بعد یہ ایک مستقل سلطنت بن گئی۔ اور اس میں نئے نئے سیاسی مسائل پھران میں پریشان کن چپیدگیاں پیدا ہو گئیں۔ آخر میں جا کر اس مبارک سرزمین (جس کا درجہ مکہ و مدینہ کے بعد ہے) کا چپہ چپہ (سوائے چند جگہوں کے) عربوں پر تنگ ہو گیا۔ اور انگریزوں کی یہود نواز پالیسی نے یہودیوں کی ایک سلطنت قائم کر کے عربوں کو اپنی آزادی، جائیدادوں سے حتیٰ کہ اپنے وطنوں سے محروم کر دیا۔ اور وہ جس برے حال کو پہنچ گئے اس کا نقشہ لکھتے ہوئے قلم کو بھی شرم آتی ہے۔

فلسطین کے متعلق کیا لکھا جائے اور کس طرح لکھا جائے۔ جس سرزمین پر محصور بچوں، نازک مزاج عورتوں، مجبور و بے کس بوڑھوں کو بے دردی سے قتل کیا گیا اور خون سے زمین سیراب ہوئی ہو۔ جہاں پچیس سال سے پہلے کے حرفہ الحال، خوش پوشاک لوگ اب فاقوں سے زندگی گزارتے ہوں، جہاں کے آباد قصبے اور دیہات اب ویران ہوں، جہاں کی بڑی بڑی پرواق اور معصور مساجد، مدارس آج ویران ہوں اور ان پر شقی دشمن قابض ہوں اور جہاں امیروں کو غریب اور حرفہ الحال لوگوں کو فاقہ مست بنا دیا گیا ہو وہاں کی اقتصادی حالت



پیداوار کافی ہوئی تھی۔ اور باہر سے بھی مانگ کافی تھی۔ جس کی وجہ سے عرب کا شتکاروں کی حالت گر گئی۔ چونکہ پہلی جنگ عظیم کے بعد دنیا بھر کے یہودی فلسطین ہجرت کرنے لگے، اور انکی تعداد بڑی تیزی سے بڑھنے لگی، زمین خریدی جانے لگی اور بعض قوانین کی بنیاد پر بہت سے عرب کا شتکاروں کی زمینیں زبردستی یہودیوں کے قبضے میں چلی گئیں۔ اس وقت سے دشواری اپنی حد کو پہنچ گئی۔ پہلی جنگ عظیم سے پہلے فلسطین میں یہودیوں کی تعداد پچاس ہزار تھی اور اب دس لاکھ کے قریب ہے۔

۱، میہونی تحریک (۲، یہودیوں کی ہجرت (۳، عرب زمینداروں کی زمین کی خریداری۔ ان تینوں وجوہ سے فلسطین کے عرب باشندے اتنی بڑی مصیبت میں پھنس گئے، جس کا حل آج تک نہ نکل سکا۔

**تقسیم اور مظالم** ۱۹۴۷ء میں جب یہودی فلسطین کے طول و عرض میں بھیل گئے۔

اور ان کے پیر خوب مضبوط جم گئے، اس وقت انگریزی انتظام نے فلسطین کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ سرسبز و شاداب خطہ یہودیوں کو مل گیا، اور چند شہر ریتیلے میدان اور خشک پہاڑ مسلمان عربوں کی قسمت میں پڑے۔ اور پھر جو یہودیوں نے عرب باشندوں کے ساتھ مظالم ڈھائے وہ تحریر سے باہر ہیں۔ جو نہ ہونا تھا ہوا۔ درندگی ننگا ناچ ناچتی، بربریت نے کھلا مظاہرہ کیا، عصمتیں لوٹی گئیں، گاؤں کے گاؤں ویران کر دیئے گئے اور ان یہودیوں سے خبیث باطنی کا جتنا بھی مظاہرہ ہو سکتا تھا ہوا۔ ظلم یہ کہ یہ تھے اور دست شفقت انگریزی انتداب کا تھا۔

**عرب حکومتوں کی مجرمانہ غفلت**

عرب باشندوں نے باوجود اپنی پریشانی، منتہ پن، کمزوری اور بے بسی کے جم کر مقابلہ کیا۔ اور کھلے میدان میں اپنے مذہب، اپنی عزت و ناموس اور اپنے وطن کے لئے بے مثال قربانیاں دیں۔ اور آج تک جب کہ وہ بالکل بے بس ہو گئے ہیں اور فاقوں سے نڈھال ہو چکے ہیں سرحد پر جمے ہیں۔ سب سے زیادہ افسوسناک رویت ان سات عرب حکومتوں کا رہا ہے جنہوں نے مل کر ایک ساتھ یہودیوں پر حملہ کیا تھا، مگر جب یہودیوں کا دارالسلطنت چند میل رہ گیا اور قریب تھا کہ یہودیوں کو اپنی شرارت کی پوری سزا مل جاتی۔ ان عرب سلطنتوں کی فوج سازشوں کا شکار ہو گئی۔ اور یہودیوں سے مل کر اپنے بھائیوں کو دھوکا دے گئی۔ اپنے نیتے بھائیوں کو حملہ کرنے سے روکتی اور خود آگے بڑھ کر ہاتھ روک لیتی۔ اور بعض خطے سیطرہ بلا جنگ یہودیوں کے سپرد کر دیئے گئے۔ ان تمام سلطنتوں میں سب سے زیادہ وفاداری و انظام کا ثبوت شامی فوج نے دیا۔ اول سے آخر تک پہلے اخلاص کے ساتھ اپنے دشمن سے برسرِ پیکار رہی۔ مگر اردو و سری حکومتوں کا رویہ افسوسناک رہا۔

**مہاجرین کی حالت** اور آج وہی عرب باشندے جو پہلے اپنی زمینوں کے مالک

تھے، خوشی اور مسرت سے زندگی گزار رہے تھے۔ ان ہی عرب حکومتوں کے دھوکے میں آکر گھر سے بے گھر ہو گئے، اور ایسے ہوئے کہ اپنے بھائیوں کے دامن میں بھی پناہ نہ مل سکی۔ ان عرب حکومتوں نے جن کے حصے میں خدا کا خوف، اسلامی ہمدردی اور خدا شناسی آئی نہیں، اپنے یہاں بھی جگہ نہ دی۔ اور کتنا دکھ ہوتا ہے جب دیکھتے ہیں کہ ایک عظیم الشان محل کے دامن میں کئی پناہ گزینوں کی جمو پڑیاں ہیں۔ اور وہ بھی پھٹی پرانی۔ اور کتنا افسوس ہوتا ہے کہ ایک ہی زمین پر

زیادہ ساتھ افواج المسلمین والوں نے دیا۔ اور آج ان بھائیوں کی مدد کر رہے ہیں۔ اور یہی غریبا ہیں جن کی امداد کوشش سے یہودیوں کا سیلاب رکا ہوا ہے۔ ورنہ ان کی نظریں صرف فلسطین پر نہیں ہیں، بلکہ آگے بہت دور تک ترص میں ڈوبی ہوئی بڑھ رہی ہیں۔ اور اگر ان کے ساتھ رواداری برتی گئی، اور غفلت سے گزائے گئے تو ان حکومتوں کو بھی خیر نہیں ہے، جنہوں نے اپنے ننھے بھائیوں کے ساتھ مجرمانہ کوتاہی اور غفلت برتی ہے۔ فلسطین کے مسلمانوں کی مصیبت کی کمافی کا یہ تھوڑا سا حصہ تھا جو آپ کو سنایا گیا۔ ورنہ ان کی مصیبت کی داستان اتنی طویل ہے، اور اتنی دکھ سے بھری ہے کہ بیان نہیں کی جاسکتی۔

کتنے رنج و غم کی بات ہے کہ مصیبت زدوں پر سب کچھ گزر گئی اور یہودیوں کے مظالم حد سے گذر گئے۔ انگریز اپنی شاطرانہ چالوں میں شیطان سے بھی بازی لے گیا۔ مگر دینا آج بھی بے خبر ہے۔ اور اس کو یہ تک معلوم نہیں کہ ان فلسطینی باشندوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے۔ عرب حکومتوں کے بالکل وسط میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے۔ سازشی جال پھیلے ہیں۔ مگر ان بے ہوش انسانوں کو ہوش نہیں۔ اس وقت فلسطین کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ تو یہودیوں کے قبضہ میں ہے۔ جس کا دارالسلطنت تل ابیب ہے۔ اس کے متعلق ہم ذکر کرنا نہیں ہے۔ اگرچہ وہ تمام علاقہ جن میں اکثر خالص مسلمانوں کی اکثریت اور آبادیاں تھیں۔ اب وہاں یہودیوں کا خالص قبضہ ہے۔ دوسرا حصہ مسلمانوں کی آبادی ہے۔ وہ علاقہ شرق اردن کے ماتحت کر دیا گیا ہے۔ مسلمان عرب ماجرین فلسطین

ایک شخص کے یہاں صبح و شام دعوتیں ہوتی ہیں، عیش و عشرت کے ترلے گائے جاتے ہیں، ناچ اور رنگ کی محفلیں جیتی ہیں۔ اور قریب ہی دکھ درد کے مائے، فاقہ زدہ سوکھے ہوئے چہرے، دھنسی آنکھیں، پھٹے کپڑے، پچکے پیٹ والے پناہ گزین بیماریوں میں مبتلا زندگی گزار رہے ہیں۔ اتنے سال گذر چکے مگر آج تک ان بیچاسے گھر سے بے گھر ماجرین کو جن میں بہت سے ممتاز علماء، امراء مرد و عورتا بھی ہیں، اپنے ان بھائیوں اور مسلمان حکومتوں کے زیر سایہ بھی جگہ نہ مل سکی جن کی دولت، امارت اور ساز و سامان کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔

کوئی شخص جس کے دل میں انوت و محبت، ایمان اور خوف خدا کا ایک ذرہ بھی ہوگا وہ اس قیامت نیز منزل کو دیکھ کر قابو میں نہیں رہ سکتا جو ان فلسطینی ماجرین کا ہے، جو شنیع ترین دشمن یہودیوں کے مظالم کا شکار ہو کر زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں۔

**ہمارا نہ مقابلہ** | اس کے ساتھ ساتھ ان ماجرین کی ہمت کو آفرین بھی کہنا پڑیگا، کہ آج تک یہ سرحد پر نہتے مقابلہ کر رہے ہیں۔ اگرچہ ان کے پاس ہتھیار نہیں، اگرچہ ان کے پاس کھانے کو روٹی نہیں، جسم نڈھال ہیں، چہرے اترے ہیں، مگر ان تمام دشواریوں کے باوجود ہتھیار سے بھی فوجوں اور یہودیوں کی بکتر بند تربیت یافتہ فوجوں کا پامردی سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ اور مائے مسلمان بھائیوں کو پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ ہم کو صرف ہتھیار دیدو۔ مگر کون ہے جو ان بلاکشان ماجرین کی آواز سنے۔ ان خدا نا شناس حکومتوں اور ان کے اربابِ حل و عقد کو اپنے عیش اور خواہشات پرستی سے فرصت نہیں۔ ان ماجرین اور فلسطین کے باشندوں کا سب

چھوڑ کر مختلف عرب ملکوں میں پھیل گئے ہیں۔ اور ہر تے عرب باشندے جو اپنے مسکو نہ آبادیوں سے نہ نکل سکے وہ یہودیوں کی غلامی میں مبتلا زندگی گزار رہے ہیں جن میں مرد بھی ہیں عورتیں بھی، بچے بھی اور بوڑھے بھی۔

**۱۹۴۸ء کے بعد** ۱۹۴۸ء کے بعد نو فلسطین کے

یہودی علاقہ کے مسلمانوں پر مظالم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اور زندگی اور سفاکی نے مسلمان عربوں کو اپنے خونخوار پنجوں میں اس طرح جکڑا کر وہ تڑپ اٹھے۔ اور ان کا وطن جنم بن گیا۔ لاکھوں عرب ہجرت کر کے عرب ملکوں میں پناہ گزین ہو گئے۔ اور ہزاروں عرب بے دریغ موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ اور جو بچ رہے وہ آج تک ذلت و خواری کی زندگی گزار رہے ہیں۔ نہ تو وہ ملک چھوڑ سکتے ہیں، نہ ان کو انجی زین اور مال مل سکتا ہے، نہ ان کی عزت و احترام ان کو واپس مل سکتا ہے اور نہ ایمان و دین کی ضمانت ہے۔ ایک ذلت و مسکنت کی مسکنت اور روح فرسا زندگی ان کے حصے میں آئی ہے۔ ان مصیبتوں کا شکار مرد بھی ہیں، عورتیں بھی، بچے بھی اور بوڑھے بھی۔

کوئی ذلیل خدمت ہے جو ان سے نہ لی جاتی ہو۔ اور سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ نہ تو وہ ملک چھوڑ سکتے ہیں اور نہ اپنے ہاتھوں سے اپنی جان بچا سکتے ہیں۔ لا عیون فینہا ولا یحییٰ کا ایک دردناک منظر ہے۔

جی نہیں چاہتا کہ ان دردناک منظر کی تصویر کشی کر کے آپ کی غیرت و حمیت کو ٹھیس پہنچائی جائے اور آپ کو بے تاب کیا جائے۔ مگر بے کسے بھی رہا نہیں جاتا، کہ اپنے بھائیوں کی سسکتی زندگی سے بے خبری بھی ایک ظلم ہے۔ نازک مزاج عورتوں اور بچوں سے ہو ملکوں میں برائگی کا کام لیا جاتا ہے۔ اور حملوں کی

دلاری کی خدمت سوچنی لگتی ہے۔ مردوں سے کاشت کاری، مزدوری، نوکری چاکری کا کام لیا جاتا ہے۔ اور سینکڑوں برس کی حساب فہمی بیچاروں کی کجیاری ہے۔ اور صدیوں پہلے کا انتقام لیا جا رہا ہے۔

**یہودی دھمکی** | یہ تو حال ہے ان عرب باشندوں کا جو یہودی چکی کے دونوں پاؤں

کے درمیان پس رہے ہیں۔ اب ذرا اسرائیلی حکومت پر نظر کیجئے۔ اس وحشی حکومت کا پیٹ اب بھی سیر نہیں ہوا۔ اور اس حال میں کہ فلسطین کا زرخیز اور شاداب علاقہ اور ملک کا بڑا حصہ ان کو مل گیا ہے۔ پھر بھی ان کی نگاہیں عربوں کے باقی ماندہ حصوں پر پڑ رہی ہیں۔ اور آتے دن حملہ کرتے رہتے ہیں۔ یہودی سرحد کے کنارے پر عربوں کا ایک اکیلا ساحل ٹخنہ ہے۔ سپر صبح شام پھیر چھاڑ ہوتی رہتی ہے۔ اور جان و مال کا فبیاع ہوتا رہتا ہے۔ ان حرکتوں سے اندیشہ ہے کہ یہودیوں اور عربوں کے درمیان کوئی بڑی جھڑپ نہ ہو جائے۔ غزہ یہودی علاقہ کے تین طرف سے گھرا ہوا ہے۔ اسیس حیثیت سے یہودی حکومت کے لئے حملہ کرنا بہت آسان ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ عرب علاقوں سے

یہودی علاقہ گھرا ہوا ہے۔ اگر عرب ممالک اپنی غفلت شکاری سے باز آکر قوت سے حملہ کریں تو یہ یہودی سلطنت پر زے پر زے ہو سکتی ہے۔ اور جب کہ یہودی حکومت اپنے نظم و تدبیر سے غافل نہیں اور ابھی اس کے وزیر دفاع نے عرب ملکوں کو غرور و تمکنت میں آکر ایک دھمکی بھی دی ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوتاہی کی جائے تو یہ بڑی بد قسمتی ہے۔ یہودیوں کی یہ سازشیں، جرأت مندانہ دھمکیاں اور چیلنج سب استعماری طاقتوں

## اسرائیل کی کمزوری

جب سے اسرائیلی حکومت قائم ہوئی ہے اس وقت سے لیکر آج تک مختلف قسم کی مشکلات میں وہ گھری ہے۔ اقتصادی، سیاسی نیز اور دوسرے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ آج بھی وہ اندرونی خلفشار سے دوچار ہے۔ اور دو پارٹیاں آپس میں دست و گریبان ہیں۔ اگر بڑی حکومتیں اپنے دست شفقت اور سایہ رحمت کو سر سے ہٹالیں تو یہ جیسا ہی چھوٹی سی حکومت جس میں کسی قسم کی صلاحیت نہیں ہے۔ چند گھنٹے بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ اور ظلم و ستم کی بنیاد پر چوپھس پھسی سی عمارت کھڑی کی گئی ہے، جس کی کمزوری کا یہ عالم ہے کہ اس کی دیوار کو دونوں طرف سے دو مضبوط ہاتھ تھامے ہیں، اپنے نیچے بننے والوں پر گر کر ان کو ہلاک کر دے۔ ضرورت ہے کہ تینوں طرف سے والے عرب ممالک جن کو خلافت ہر طرح کی صلاحیت عطا کی ہے، اپنی قیمت و صلاحیت کو سمجھیں۔ اور تفرقہ و تشدد کی زندگی کو چھوڑ کر اپنے عزیز وطن، پاک سرزمین اپنی عزت اور اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔ اور یہودیوں کے پر فساد غنائم اور برے ارادوں کو پست کریں جسکی نگاہ بد مسلمانوں کے تمام مقدس مقامات پر پڑ رہی ہے۔

## مقامات

اور ساحلی مقامات یہودیوں کے قبضے میں ہیں۔ یہودیوں کا دارالسلطنت تل ابیب ہے۔ جو جدید طرز کا ایک خوبصورت شہر ہے۔ اس کے علاوہ عکا، حیفا، یافا، اللد، اللد، البریج، مجدہ، صفد، طبریا، الناصره، بیسان اور القدس کا نصف جدید شہر یہودیوں کے قبضہ میں ہے۔ ان تمام شہروں

کے سایہ تلے اور ان کی سرپرستی میں ہو رہی ہے۔ اور عرب ملک اپنے مفاد اور اغراض میں گرفتار ہیں۔

## تصویر کے دھنخ

پلے عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ غریب عرب مہاجرین جو کرب و بلا کے منادل سے گذر رہے ہیں۔ اور جنہوں نے ان چند سالوں میں بھاری نقصان اٹھایا ہے۔ آج بھی اپنی فاقہ مستی تہی دستی اور مفلوک الحالی کے باوجود سرحدوں پر جمے ہیں۔ اور اس کے خواہشمند ہیں کہ ان کو صرف ہتھیار مل جائیں اور ان کو صرف مالی امداد ہی دی جائے تو وہ اپنے دشمنوں کو پا کر کہتے ہیں۔ اور سرزمین پاک کو نجس قدموں سے کب کر سکتے ہیں۔ مگر اس کا کیا کیا جائے کہ نہ تو ان کو ہتھیار دئے جاتے ہیں اور نہ ان کی مالی امداد کیجاتی ہے۔ اور نہ ان کو باقاعدہ لڑنے دیا جاتا ہے۔ ان کی توتیں ضائع ہو رہی ہیں۔ اور ہمتیں رفتہ رفتہ پست ہوتی جا رہی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی فراموش نہیں کی

جا سکتی ہے کہ آج عربوں کے تمام حساس اور دیانتدار اشراف اپنی گندری غلطی اور فروگزاشت پر نادم بھی ہیں۔ اور اپنے دشمن یہودیوں سے پہلے سے زیادہ متنفر ہیں۔ اور اب اگر یہودیوں کی سازش آگے بڑھی اور انہوں نے غزوہ پر چڑھ کر اس کا قوی امکان ہے کہ اس کا سخت مقابلہ کیا جائے، اور فیصلہ کن جنگ ہو جائے۔ مگر شرط یہ ہے کہ ایسے نازک موقع پر کوئی اور نئی چال نہ چلی جائے۔ اور کوئی نیا دھوکہ نہ دیدیا جائے۔ ان عرب ممالک کا محب حال ہے کہ اپنے دشمنوں کی دشمنی کو جانتے ہوئے بھی ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ اور بار بار ان کے دھوکے میں آکر آپس میں دست و گریباں ہو پڑتے ہیں۔

کے حالات کیا عرض کئے جائیں۔ ان تمام شہروں اور  
قصبوں میں تقسیم سے پہلے عربوں کی کثرت اور آبادی  
تھی، نہ خیزدین اور سرسبز کمیتیاں تھیں۔ مگر یہ پر ہمسار  
چمن اب خزاں دیدہ ہے۔ ان مقامات میں نظریں سب کچھ  
دیکھ سکتی ہیں، مگر مسلمانوں کو نہیں پاسکتی ہیں۔ اگر کہیں  
پاسکتی ہیں تو برے حال میں، غربت و بیکسی میں، مصیبت  
اور سخت ترین ذلت و مسکنت میں۔ یہ تمام مقامات  
ایک زمانہ میں عربوں کے پیائے اور محبوب وطن تھے۔  
گراں حسرت و یاس کے سوا ان میں کچھ بھی نہیں۔ ان  
عزیز وطنوں اور پیاری زمینوں کے فراق میں عرب کے  
بچے بچے تڑپ رہے ہیں۔ اور ان کی واپسی کی دعاؤں اور  
تدبیریں کر رہے ہیں۔ کسی عرب ہمارے ذرا ان مقامات  
کا ذکر کر کے دیکھتے تو بے ساختہ اس کی آنکھوں سے  
آنسو نکل پڑیں گے۔ اور زبان پر حسرت و یاس کے کلمے  
آجائیں گے۔ اور یہودیوں کے خلاف، نیز ان استعماری  
طاقتوں کے خلاف جن کی چالوں سے یہ وطن چھوٹے  
ہیں، بددعاؤں نکل پڑیں گی۔

مسلمان عربوں کے حصے میں جنین، طول کرم،  
نابلس، اریحا، رام اللہ، الخلیل اور القدس کا پرانا حصہ  
ہے۔ ان کے علاوہ غزہ جو ساحلی علاقہ ہے۔ جسر  
یہودیوں کے حملہ کا اندیشہ ہے، عربوں کے قبضہ میں  
ہے۔ ان مقامات میں سب سے زیادہ قابل ذکر اور متم  
بالتانہ دو شہر ہیں۔ (۱) القدس (۲) الخلیل۔ چند سطروں  
میں ہم ان دونوں کا ذکر کرتے ہیں۔

**القدس** القدس وہ مبارک شہر ہے، جس میں  
تیسرا حرم مسجد اقصیٰ واقع ہے۔ جس کے متعلق خدا نے  
فرمایا ہے: سبحان الذی اسماہی بعبد لا یسلّا

من المسجد الحرام الى المسجد الاقصی الذی  
باسماکنا حولہ۔ اس مبارک شہر میں بہت سے انبیاء  
کرام کے مزارات اور مقدس مقامات ہیں۔ مسجد اقصیٰ  
کے پہلو میں مسجد عمر ہے۔ جس کو حضرت عمرؓ نے بنوایا۔  
مسجد اقصیٰ ایک نہایت کشادہ اور پرفضا میدان ہے۔ جو  
پنے رقبہ میں ایک بڑے محلہ سے کم نہیں۔ مسجد اقصیٰ کو  
مسجد سلیمان بھی کہتے ہیں۔ اس کو اصل میں حضرت سلیمان  
نے ہی تعمیر کرایا تھا۔ اس مبارک مسجد میں رات و دن تلاوت  
قرآن اور ذکر اللہ ہوتا رہتا ہے۔ جا بجا درس کے حلقے اور  
وعظ کی مجلسیں ہوتی ہیں۔ مسجد کا اندرونی حصہ بڑا چو  
سکینت ہے۔ مسجد اقصیٰ کے سامنے کچھ فاصلے پر چند  
نئے پڑھ کر مسجد مخرہ ہے۔ جو اپنی نقاشی اور فن تعمیر  
کا بہترین نمونہ ہے۔

بیت المقدس کی عام دینی حالت بہت اچھی ہے۔  
اور لوگوں میں دین کا شوق اور جوش پایا جاتا ہے۔ اس  
شہر میں عیسائیوں کے مقدس مقامات بھی ہیں۔ نیز یہودیوں  
کے بھی۔ یہودیوں کی دیوار گریہ جس کے متعلق ان میں مشہور  
ہے، کہ حضرت موسیٰؑ کے لائے ہوئے کچھ صحیفے اس میں  
مذکور ہیں، بھی ہے۔ اور اسی وجہ سے یہودیوں کی نگاہیں  
مسلمانوں کے اس مقدس اور مقبوضہ شہر پر پڑ رہی ہیں۔  
اور بے انتہا خواہش ہے کہ ان ناپاک قدموں کے نیچے  
آجائے۔ یہ عجیب پر لطف بات ہے کہ تینوں قوموں مسلمانوں  
عیسائیوں اور یہودیوں کے مقدس مقامات مسلمانوں کے  
قبضہ میں ہیں۔

اس شہر میں مولانا محمد علی جوہر مرحوم کا مزار ہے۔ جو  
تحریک خلافت کے روح رواں احمد اسلام کے مجاہد تھے۔ کئی  
مبارک ہستی تھی کہ انتقال لندن میں ہوا۔ اور مزار بیت المقدس

میں بنا۔  
ذیل شعر

الخ

ہے۔

کے نام

اس کا مکہ

بتات۔

ایمانی اور

شجاعت

میں لوگو

ذکر ہوتا

ہے۔

ہے۔

ہے۔

تین طرف

علاقہ

اشخ

امام روح

فاتح الا

کے علا

جعبری

وغیرت

میں علما

اور جن



میں بنا۔ مولانا کے نژاد کے قریب دیوار پر خود مولانا کا حسب  
ذیل شعر کندہ ہے۔

جیسے جی تو کچھ نہ دکھلایا، مگر  
مر کے جو ہر آپ کے جو ہر کھلے

**الخلیل** | یہ شہر حضرت ابراہیمؑ کی قیام گاہ اور آرام گاہ  
ہے۔ اور آپ ہی کی نسبت سے مدینۃ الخلیل یا خلیل الرحمن  
کے نام سے مشہور ہے۔ یہ شہر بڑا دل آویز اور متبرک ہے۔  
اس کا موسم سرد ہے۔ اور اس میں پھلوں اور میوؤں کی  
بہتات ہے۔ آبادی تمام تر مسلمانوں کی ہے۔ اور محبت  
ایمانی اور حمیت دینی میں ممتاز ہے۔ ان کی بلند جو صلگی،  
شجاعت، وفان نوازی اور نرمی بھی قابل ذکر ہے۔ حرم خلیل  
میں لوگوں کا اژدہام رہتا ہے۔ اور ہمہ وقت تلاوت و  
ذکر ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی قبر جو یقینی ہے اس میں  
ہے۔ اس کے ارد گرد سکون و طمانیت حد درجہ پائی جاتی  
ہے۔ بیت المقدس سے الخلیل تک کاراتہ ذرا چکر دار  
ہے۔ کیونکہ بیچ میں یہودیوں کا علاقہ پڑتا ہے۔ الخلیل کے  
تین طرف یہودیوں کا علاقہ ہے۔ اور ایک طرف عرب  
علاقہ کو راستہ جاتا ہے۔

**اشخاص** | اشخاص میں شیخ الحرم سید توفیق حسینی،  
امام موم شیخ سعد امام الحسینی، ابو سعید حسینی اور شیخ  
فائق الانصاری شیخ الصغریٰ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس  
کے علاوہ شیخ لیوب سابق مفتی حیفہ، شیخ محمد علی  
جعبری الخلیل کے رئیس بلدیہ بھی اپنی دینداری اور حمیت  
و غیرت میں ممتاز ہیں۔ ان حضرات کے علاوہ ان اطراف  
میں علماء و مشائخ بکثرت ہیں۔ جن کے حلقہ درس مشہور ہیں۔  
اور جن کے علم و فضل کا پرچا ہے۔

دوبزدگ اور ہیں۔ اور مفتی امین الحسینی جو مصر میں

پناہ گزین ہیں۔ اور شیخ غر الخلیب شام میں قیام پذیر ہیں۔  
اول الذکر نے فلسطین کے خاطر اپنا سب کچھ ٹاڈا۔ وطن سے  
بے وطن ہوئے۔ مال و متاع قربان کیا۔ آرام و راحت مٹا یا۔  
فلسطین کے گذشتہ جنگوں میں انہوں نے نمایاں حصہ لیا۔  
جن کی مثال آپ ہے۔ بلکہ بڑی حد تک قیادت کے فرائض  
انجام دیئے۔ مفتی صاحب کا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، کھانا  
پینا سب کچھ فلسطین کی خاطر ہے۔ فلسطین کے مفتی اعظم  
تھے۔ اور بڑے عرفہ الحال عزت و احترام کی زندگی گزارتے  
تھے۔ ان کے اعزہ و اقارب اب تک اچھے عہدوں پر ممتاز  
ہیں۔ تقسیم کے بعد دل ٹوٹ گیا، مگر ہمت نہ ہارے۔  
مفتی صاحب کی کوشش اور بیقراری کا پتہ اس سے چل  
سکتا ہے۔ کہ ابھی رمفغان سے پہلے جب انڈونیشیا میں  
بند ونگ کانفرنس ہوئی تھی، جس میں افریقہ اور ایشیائی  
ممالک کے وزراء اعظم جمع ہوئے تھے۔ اس کانفرنس میں  
خود مفتی اعظم بھی پہنچ گئے۔ اور کوشش کر کے اور دل ٹاڑ  
فلسطین کے مسئلہ کو پیش کر کے بہت حد تک عربوں کی  
تائید کرائی۔ اور عربوں کی حمایت کا دھڑ پاس کرایا۔  
جس کی بنا پر اسرائیلی حکومت نے احتجاج بھی کیا تھا۔ اس  
کے علاوہ مفتی صاحب کے کارنامے، قربانیاں، ایثار  
اور خدمات بے لوثی نہیں جاسکتیں۔ ۱۹۴۷ء میں مفتی صاحب  
نے اسی فلسطین کی خاطر ہندوستان کا بھی دورہ کیا تھا۔  
اور اپنی تقریروں سے مسلمانوں میں آگ سی لگا دی تھی۔  
اور فلسطین کے معاملہ میں زمین ہموار کی تھی۔ اس وقت  
مفتی صاحب مصر میں پناہ گزین ہیں۔ اور عمر ستر کے  
قریب پہنچ چکی ہے۔

(۲) شیخ غر الخلیب، آپ فلسطین کے مشہور  
علی و دینی خانوادہ خطیب کے چشم و چراغ ہیں۔ حیفاکا

# تھوڑی دیر اہل حق کے ساتھ

(ادارہ)

آج عروس البلاد بغداد کی زینت و آرائش کا کیا ٹھکانہ  
خلیفہ ہارون الرشید تخت خلافت پر ٹھکن ہوئے ہیں۔ مجلس  
مجلس عیش و طرب، ہر محفل محفل لطف و مسرت، ہر جا  
نغمہ عیش و نشاط، ہر سمت منظر فرح و انبساط۔ کہیں  
علماء و زہاد کا مجمع، کہیں نامی گرامی شعراء کرام کا اجتماع،  
انعام و اکرام کی بارشیں ہو رہی ہیں۔ خزانہ شاہی کے  
دروازے کھلے ہیں۔ اعزاز و مناصب کی تقسیم ہو رہی  
ہے۔ لیکن کس قدر تعجب ہے کہ حضرت سفیان ثوری  
بن سے خلیفہ کو ولی عقیدت ہے۔ اس جشن مسرت  
میں شریک نہیں ہیں۔ نود ہارون الرشید کو بھی حیرت  
ہے، جس کا اظہار وہ اپنے خط میں یوں کرتا ہے :-  
”بسم اللہ الرحمن الرحیم! اللہ کے بندو  
ہارون الرشید امیر المؤمنین کی جانب سے  
اپنے دینی بھائی سفیان سعید الثوری کی طرف۔

فقیر صفحہ گذشتہ: ہر جامع مسجد کے خطیب تھے۔  
تقسیم فلسطین اور حیفایا کی بربادی کے بعد گھر سے بے گھر اور  
وطن سے بے وطن ہو گئے۔ ایک صالح جوان اور غربت و محبت  
میں ممتاز ہیں فلسطین کے حالات اور دردناک مناظر پر ایک فہم کتاب  
”ثغیر اثر النکتہ“ لکھی ہے۔ جو ایک کامیاب اور اثر انگیز تصنیف  
ہے۔ اس کتاب میں فلسطین کے تمام دردناک حالات و واقعات  
اور افسوسناک مناظر قلمبند کئے ہیں۔ جسے پڑھ کر  
کوئی مسلمان ایسا نہیں جو آبدیدہ نہ ہو جائے۔

میرے بھائی! آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تبارک  
و تعالیٰ نے مسلمانوں کے درمیان بھائی چارہ  
قائم فرمایا ہے۔ مجھ کو بھی محض اللہ کے  
واسطے آپ سے محبت اور قلبی تعلق ہے  
اگر خلافت کا طوق میری گردن پر نہ ہوتا تو  
اپنی محبت و اخلاص کے باعث خود حاضر  
خدمت ہوتا۔ کوئی ایسا نہیں ہے جس نے  
اس موقع پر مجھے اس منصب جلیل کی  
مبارکباد نہ دی ہو۔ میں نے خزانوں کے  
دروازے کھول دیے ہیں۔ اگر انقدر عطیہ  
اور عظیم الشان بخششوں کی وجہ سے میری  
آنکھوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہو  
رہا ہے۔ ان تمام چیزوں کے باوجود آپ  
اب تک میرے پاس تشریف نہیں لائے۔  
میں نہایت شوق کی وجہ سے غریفہ  
خدمت اقدس میں بھیج رہا ہوں۔ اسے  
ابو عبد اللہ! آپ کو مومن کی زیارت اور  
اس کی ملاقات کے فضائل بخوبی معلوم  
ہیں۔ لہذا یہ خط دیکھتے ہی تشریف لائیے  
اور محبت فرمائیے۔

ہارون رشید نے عباد ملاقاتی کو یہ خط دیا۔ اور حکم  
دیا کہ یہ خط حضرت سفیان ثوری کی خدمت میں لپکائیں  
عباد کہتے ہیں۔ کہ میں خط لیکر کو نہ پہنچا۔ اور حضرت

موصوف کی خدمت میں اسے پیش کیا۔ حضرت سفیان ثوری نے خط اہل مجلس کے سامنے ڈال دیا۔ اور فرمایا کہ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ اپنے ہاتھ ایسی چیز میں لگاؤں، جس میں ظالموں کا ہاتھ لگا ہو۔ حضرت کے حکم سے بعض اہل مجلس نے خط پڑھنا شروع کیا۔ پورا خط سننے کے بعد حضرت سفیان ثوری نے ارشاد فرمایا کہ اس خط کی پشت پر ظالم کو جواب دیدو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اے ابو عبد اللہ! خلیفہ کا معاملہ ہے۔ اگر جواب اچھے اور صاف خط میں دیا جائے تو اچھا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ نہیں اسی خط کے پشت پر جواب لکھو۔ یہ خط اگر کب حلال سے ہے تو ہارون الرشید کو اس کا عوض ملے گا ورنہ وہ اسی کے ساتھ ڈال دیا جائے گا۔ میرے یہاں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کو ظالم نے چھوا ہو۔ کہ مبادا وہ ہمارے دین کو خراب کر دے۔ عرض کیا گیا کہ جواب میں کیا لکھا جائے؟ فرمایا کہ لکھو :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے بندو  
سفیان کی جانب سے ہارون الرشید کی  
طرف جو امیدوں اور آرزوؤں کے قریب  
میں مبتلا ہے۔ جس کی ایمانی حلاوت سلب  
کر لی گئی ہے۔ جو تلاوت قرآن کی لذت  
سے محروم ہے۔ میں تم کو صاف لکھ رہا  
ہوں کہ میں نے تم سے محبت کا رشتہ توڑ  
دیا۔ میرے اور تمہارے تعلقات ختم ہو  
گئے۔ تم نے میرے نام جو خط بھیجا ہے،  
اس میں اقرار کیا ہے کہ مسلمانوں کے بیت  
المال سے تم بجا مصارف کر رہے ہو۔ گویا  
تم یہ لکھ کر خود اپنے فعل پر شہادہ ہو گئے۔

جن کے سامنے تمہارا خط پڑھا گیا ہے اور  
ہم لوگ کل اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ  
عدالت میں اس کی شہادت دیں گے۔ اے  
ہارون تم نے مسلمانوں کے مال پر حملہ کر رکھا  
ہے۔ کیا تمہارے اس فعل سے مجاہدین فی  
سبیل اللہ اور مسقرین راضی ہیں؟ کیا تمہارا  
تمہارا یہ فعل اہل علم کے نزدیک پسندیدہ  
ہے؟ کیا یہ وہ عود تین اور قیم بچے اس سر  
خوش ہیں؟ کیا تمہاری رعایا کو اس سے  
مسرت ہے؟ اے ہارون! اپنے ہاتھ کو  
روکو۔ کل اللہ کے یہاں جواب دہی کے لئے  
تیار رہو۔ یقین کر لو کہ تم کو ایک عادل اور حکیم  
کے دربار میں کھڑا ہونا ہے۔ اپنے معاملہ میں  
اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ ایمان و نہ ہد کی صورت  
تم سے سلب کر لی گئی ہے۔ قرآن کی لذت  
اور صلحاء کی ہم نشینی کے شرف سے تم  
محروم ہو گئے ہو۔ اور تم نے اپنے لئے ظالموں  
کا سرگروہ بنا پسند کیا ہے۔ اے ہارون!  
تم تخت شاہی پر بیٹھے ہوئے حریر و دیبا  
کے استعمال میں مصروف ہو۔ اور دروازہ  
پر پرے ڈال رکھے ہیں۔ ظالم سپاہ تمہارے  
قصر کے سامنے کھڑی رہتی ہے۔ یہ لوگوں  
پر ظلم کرتی ہے۔ اس کا انصاف نہیں ہوتا۔  
دوسروں پر شراب کی مدد جاری کرتے ہیں،  
اور خود شراب خوار ہیں۔ زانی کو سزا دیتے  
ہیں مگر خود زانی ہیں۔ چوروں کے ہاتھ کاٹتے  
ہیں مگر خود چور ہیں۔ قاتل کو سزائے موت

کو فکے بازار میں آیا۔ اور پکار کر کہا: کون ایک اللہ کا چاہتا ہے؟  
 بھلے گئے والے کا خریدار ہے؟ لوگ درہم و دینار لیکر دوڑے۔  
 میں نے کہا درہم و دینار نہیں۔ ایک صوف کا جبہ چاہئے۔  
 وہ لایا گیا۔ میں نے اپنا امیرانہ لباس اتار کر اسی جبہ کو  
 پہنا۔ اور خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں پہنچا۔ پہلے  
 تو دربان نے میرا مذاق اڑایا۔ پھر مجھے شرف بار باری  
 حاصل ہوا۔ ہارون نے جب مجھے اس رنگ میں دیکھا  
 تو کھڑا ہو گیا اور پھر بیٹھ گیا۔ اپنا سر پٹینے لگا اور کہنے  
 لگا۔ افسوس! میں نامراد ہی رہا۔ اور قاصد نامراد  
 ہو گیا۔ ہر اس نے فط پڑھنا شروع کیا، اور آنسو  
 اس کے چہرے پر جاری تھے۔

بعض مصما جین نے عرض کیا۔ کہ امیر المؤمنین!  
 سفیان نے آپ کے مقابلہ میں بڑی بے باکی سے  
 کام لیا ہے۔ انہیں پابہ زنجیر قید خانہ میں ڈال دیا جا۔  
 ہارون الرشید نے کہا، اے بندگان دنیا، سفیان  
 کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ بیشک وہ شخص بدبخت  
 ہے جس کے تم ہمنشین ہو۔ یقیناً سفیان ایک مرد  
 متقی ہے۔ عباد کہتے ہیں کہ ہارون الرشید نے اس  
 روز سے معمول کر لیا کہ نماز پنجگاتہ کے بعد اس خط کو  
 پڑھتا۔ اور خوب روتا۔

کہاں ہیں اب ایسے بادشاہ اور کہاں ہیں ایسے  
 عالم ربانی؟

بہتیلہ ص ۳: عزم و استقلال، صبر و ثبات  
 قیام جمہوریت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی جو عظیم  
 الشان بصیرتیں موجود ہیں ان کی یاد کو ہر وقت یاد رکھیں  
 اور کم از کم سال میں ایک بار اس مذہبی قربانی کی روح کو تمام قدم  
 میں جاری و ساری کر دیں +  
 (دعوت)

کا حکم سناتے ہیں۔ مگر خود قتل کرنے میں  
 سبے باک ہیں۔ کیا یہ احکام تم پر اور تمہاری  
 سپاہ پر ضروری نہیں ہیں؟ قبل اس کے  
 کہ وہ دوسروں پر جلائی کئے جائیں۔

اے ہارون! اس دن تمہارا کیا حشر ہوگا  
 جب پچھانے والا پچھائے گا کہ ظالمین اور  
 ان کے اعوان و انصار کو جمع کرو۔ پھر تم مع  
 اپنی پوری جماعت کے بارگاہ ایزدی میں  
 حاضر کئے جاؤ گے اور تم ان سب کے امام  
 ہو گے۔ اے ہارون! میری نصیحت پر  
 عمل کرو۔ اپنی رعایا کے معاملہ میں اللہ  
 سے ڈرو۔ اس پر غور کرو کہ محمد صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا اپنی امت کے بارے میں کیا  
 حال تھا۔ اے ہارون! جس طرح خلافت  
 تم کو ملی ہے، اسی طرح تم سے دوسرے  
 کو ملے گی۔ دینا کا یہی رنگ ہے۔ پس کچھ  
 لوگ تو وہ ہیں جو (اس سلسلہ میں) اپنے لئے  
 نفع آخرت کا سامان جمیا کر لیتے ہیں۔ اور  
 کچھ لوگ وہ ہیں جن کی دنیا و آخرت دونوں  
 تباہ ہیں۔ اب تم آئندہ مجھے کوئی خط نہ  
 لکھنا۔ اس لئے کہ میں حجاب نہیں دوں گا۔

یہ خط محض خط ہی نہیں، بلکہ اعلامِ الحق اور

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ نیز باری  
 نفس پرستی اور دنیا طلبی کے حق میں بہترین تادیب ہے  
 اب ذرا اس پیغام حق کی تاثیرات بھی دیکھتے چلیے۔

عبادِ طالقانی کہتے ہیں۔ کہ سفیان ثوری کے  
 نصیحت بھرے الفاظ مجھ پر اثر کر چکے تھے۔ میں خطامیکر

# شہادت حسین

حادثہ عظیمہ کربلا پر حضور مولانا ابوالکلام آزاد کی بصیرت افروز تقریر جو ۱۳۳۲ھ محرم الحرام کو  
مسلم انسٹی ٹیوٹ کلکتہ میں کی گئی

سے تمام عالم ایک شور زار نالہ و بکا نہ بن جائیگا۔

## پیام غم و اضطراب

تاہم میں جو پیام پہنچانے کے لئے آج آیا ہوں وہ اس تذکرہ سے مختلف ہے۔ میں غم و الم کی شدت و کثرت کے اعتراف کی تاریخ نہیں ہوں۔ بلکہ اس عظیم الشان شدت و کثرت کے بعد بھی آنسوؤں کی طلب ہوں، آہوں کی صدا ہوں، بے قراری کی پکار ہوں، اضطراب کی دعوت ہوں اور آہ! آہ، اے مدبر آراء و حرمان کہ غم کے لئے بھوکا ہوں اور درد و الم کے لئے ایک قلم پیاس ہوں۔

## تلاش قلب مضطرب | پس میں آج آنکھوں کا تذکرہ نہیں کرتا جو بہت

رو چکی ہیں، مجھے ان آنکھوں کا سراغ بتاؤ جو اب بھی رٹنے کے لئے غم آلود ہیں۔ میں ان دلوں کی سرگزشت نہیں سناتا جو تڑپتے تڑپتے تھک چکے ہوں، میں ان دلوں کی تلاش میں نکلا ہوں جو اب بھی تہ و بالا ہونے کے لئے مضطرب ہیں۔ مجھے ان زبانوں سے کیا سروکار جن کو فغان سنجی کا ماضی کا ادھا ہے، آہ۔ میں تو ان زبانوں کے لئے پکار رہا ہوں جن کے اندر غم و ماتم کی بھٹیاں لگ رہی ہوں۔ اور ان کا

برادران عزیز! آج جس حادثہ کبریٰ اور شہادت عظمیٰ کے تذکار و درس کے لئے ہم سب یہاں جمع ہوئے ہیں وہ وقائع و حوادث اسلامیہ کا وہ عظیم الشان واقعہ ہے۔ جو تاریخ اسلام کی اولین صدی سے لیکر اس وقت تک اپنے عجیب و غریب تاثیر ماتم درد اور حیرت انگیز بقائے ذکر و تاثیر کے لحاظ سے نہ صرف تاریخ اسلام بلکہ تمام حوادثِ محرزہ عالم میں ایک عظیم الشان نظیر امتیاز رکھتا ہے۔

اگر وہ تمام آنسو جمع کئے جائیں جو اللہ سے لیکر اس وقت تک اس واقعہ جاں سوز پر بہائے گئے ہیں اگر وہ تمام درد و فغان سوزاں یک جا کئے جاسکتے جو ان تیرہ صدیوں کی لاتعلقی و لاتخصی اسلامی نسلوں کی صدائے ماتم کے ساتھ بلند ہوتا رہا ہے، اگر درد و کرب کی وہ تمام چیخیں، اضطراب و الم کی وہ تمام پکاریں، سوز و طیش کی وہ تمام بے قراریاں اکٹھی کی جاسکیں جو اس حادثہ کبریٰ کی یاد نے ہزاروں لاکھوں انسانوں کے اندر پیدا کی ہیں، تو اے عزیزان ماتم شعرا! کون کہہ سکتا ہے کہ خون نشا نہائے حسرت کا ایک نیا اٹلانٹک واقیانوس سطح ارض پر بہہ نہ جائے گا۔ درد و فغان کی ہزار ہا بھٹیاں بھڑک نہ اٹھیں گی۔ اور درد و الم کی پیچوں و حسرت کی صداؤں، تڑپ کی بے چینیوں کے ہنگامہ خونین



اسی طرح چشم براہ ہے، جس طرح اللہ کی ایک آتش نیر  
دوپہ میں خون کی ندیوں کی روانی، تڑپتی ہوئی لاشوں کے  
ہنگامہ احتضار اور ظلم و مظلومی، جرح و مجروحی، قتل و  
مقتولی کے ہنگامہ الہم کے اندر سے نالہ نالہ ساز طلب  
اور فغاں فرمائے دعوت تھا۔

شویم خاک ولیکن بہوئے تربت ما  
تواں شناخت کر خاک مرے خیزد

### حقیقت ناشناسی

لیکن اگر یہ دعوت درد محض اس پانی کے لئے  
ہے جو ندیوں کی جگہ آنسوؤں سے ہے، اگر یہ طلب غم  
محض ان مداؤں کے لئے جن کا غوغا درختوں کے جھنڈ  
پڑیوں کے گھونسلوں، دریاؤں کی سیران کی جگہ انسانوں  
کی زبانوں سے بلند ہو۔ اگر یہ انتظارِ الم محض ان صداؤں  
کے لئے ہے جو پتھروں کے ٹکرانے کی جگہ انسانی دست  
وسینہ کی ٹکر سے ہنگامہ ساز ہو، تو اے برادرانِ  
غفلت شعار، اودے چشمانِ خواب آلود! بلاشبہ یہ  
سب کچھ ہو چکا اور بلاشبہ سوال کو جواب، دعوت  
کو لبیک اور طلب کو مطلوب مل چکا۔

### حقائق سے چشم پوشی

اگر انسان کا بچہ روٹی کے لئے روتا اور آگ میں سرخ  
کر لیتا ہے تو انسانوں کے بڑے بڑے گروہ کیوں نہیں  
آنسو بہا سکتے؟ اگر درختوں کے جھنڈ ہوا سے ہل کر چند  
لمحوں کے لئے دنیا کو شور و غوغا سے بریز کر دیتے ہیں تو  
آدم کی اولاد اپنی آہ و بکا سے کیوں آسمان کو سر پہ نہیں  
اٹھا سکتی؟ اگر بے جان شے روح پھر پر کر کر عدو و برق

دھواں آج بھی کائنات نشاط نادانی کی اس تمام فضاے  
غفلت کو کد کر سکتا ہے۔ جس کو عیش عشرت کے قندوں  
میں درد و عبرت کی ایک بھی نصیب نہیں ہے

نہ داغِ تازہ می خار نہ زخمِ کهنہ می کار  
بدہ یارب لے کیں صورت: بجاں ہی خواہم

### ہنگامہ غم کی مجلس طرازی!

ہاں یہ سچ ہے کہ رونے والے اس پر بہت روئے  
ماتم کرنے والوں نے ماتم میں کسی نہ کی۔ آہ و نالہ کی مداؤں  
سے ہمیشہ الم کی مجلس طرازیوں کیں۔ اور یہ سب کچھ اتنا  
ہو چکا ہے کہ جتنا آج تک شاید ہی کسی حادثہ غم کو نصیب  
ہوا ہو۔

### طلب حقیقی سے محروم

تاہم تم یقین کرو کہ بایں ہمہ اس حادثہ عظیمہ کی  
دعوتِ اشک و حسرت اب تک ختم نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ  
کہا جا سکتا ہے کہ اس کی دعوت درد کے اندر جو حقیقی  
طلب تھی وہ اب تک لبیک کے سچے استقبال سے محروم  
ہے۔

### خون شہادت کی پکار

تیرہ صدیاں مع اپنے دورانِ محرم عشرہ ماتم کے  
اس پر گزر چکی ہیں۔ لیکن اب تک ٹھک کر بلا کے وہ ذرات  
خونِ آشام جن کو اگر آج بھی پھوٹا جائے تو خونِ شہادت کے  
مقدس قطرے اس سے ٹپک سکتے ہیں۔ پستود آنسوؤں  
کے لئے پکار رہے ہیں، خونِ فانیوں کے داعی ہیں، آہ  
و فغاں کے لئے تشنہ ہیں، اضطراب کے لئے بیقرار ہیں،  
اور فضاے ریگ زار کرب و بلا کا ایک  
افشاں، جگر ہائے سوختہ  
ماتم سرا کیلئے

ہنگامہ پیدا کر سکتا ہے، تو تم کہ زوجہ دارادہ رکھتے ہو، اپنے دست ہائے ماتم کناں سے کیوں ایک ہنگامہ زار دہشت گرم نہیں کر سکتے؟

**مظاہرہ ریاکوشی** کیا تم کو دنیا کی آنکھوں کی خبر نہیں جو روتی ہیں، حالانکہ ان سے ایک آنسو بھی نہیں بہا، کیا تم نے ان نہ بانوں کے متعلق کچھ نہیں سنا جو چیختی ہیں، حالانکہ انہوں نے ایک چیخ بھی نہ پائی۔ اور کیا تم نے ان جموں کا تماشا نہیں دیکھا جو تہ و بالا ہوتے ہیں، حالانکہ ان کو ایک ٹرپ بھی نصیب نہ ہوئی۔

**فقدان حقیقت** پھر کیا اس غفلت آباد ہستی میں وہ دل بھی نہیں ہیں جو گو دل ہیں، مگر دل نہیں ہیں۔ کیونکہ دل کی طرح نہیں سوچتے، کیا وہ کان بھی نہیں ہیں جو سامع ہیں۔ مگر کان نہیں۔ کیونکہ سنتے نہیں۔ اور کیا ایسی آنکھیں بھی نہیں ہیں جو بصیر ہیں۔ مگر آنکھیں نہیں ہیں۔ کیونکہ نہیں دیکھتیں۔

لہم قلوب لا یفقهون بہا و لہم اذان لا یسمعون  
لا یبصرون بہا و لہم اذان لا یسمعون  
بہا اولئک کالانعام بل ہما ضل اولئک  
ہم الغافلون

**محاسن غم کی بے اثری**  
پس اے عزیزانِ من! دردِ عالم کی یہ پاک دعوتیں صرف اُس روانی آب، تسلسلِ صدا اور ہنگامہِ غوغا کے لئے ہی نہیں ہوتیں جو آنسوؤں، فغانوں اور ماتموں کے کے نام سے ظہور میں آجائیں۔ اور اگر ان کا مقصد یہی ہوتا تو اس کے لئے انسان کی کوئی خصوصیت نہ تھی، کتنے ہی سمندر پانی سے بھرے ہوئے ہیں اور کتنے ہی جنگل شہ و غوغا سے ہنگامہ زار ہیں۔

**دعوت کی روح رواں** بلکہ یہ دعوت، یہ پکار و طلب، یہ ہل من عجیب فی الحقیقت ان آنسوؤں کے لئے ہے جو صرف آنکھوں ہی سے نہیں بلکہ دل سے ہیں، وہ ان آہوں کا دھواں مانگتی ہے جن کی پٹیں صرف منہ ہی سے نہیں بلکہ احمقِ قلب سے اٹھیں۔ وہ صرف ہاتھوں کے ماتم ہی کے لئے نہیں پکارتی بلکہ دل کے ماتم کی محض ایک صدائے حقیقت کے لئے تشنہ ہے۔ اگر اس کے لئے تمہارے پاس آنکھوں کا آنسو نہ ہو تو اسے کوئی شکایت نہیں۔ لیکن آہ! تمہاری غفلت، اگر تمہارے پہلوؤں میں کوئی زخم نہ ہو جس کی جگہ یہ جگہ خون ہے۔ اگر تمہاری نہ بانوں کو درد کی چیخ نہیں آتی تو کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن آہ! کیا ہے کہ تمہارے دل کے اندر حقیقت شناسی کی ایک ٹیس، عبرت کی ایک ٹپک، بصیرت کی ٹرپ اور احساسِ صحیح و حق کا ایک اضطراب بھی نہیں۔

طوفانِ نوح لانے سے اسے چشمِ فائدہ؟  
دوا شک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

## دوست و دشمن کی سعی ناکام

اللہ اللہ! سید اللہ! مظلوم کی مظلومی اور یا للعجب غفلت و نادانی کی بوجھ سے بڑھ کر دنیا میں مظلومی کی مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ دشمنوں اور دوستوں دونوں نے اس پر ظلم کیا۔ دشمنوں نے اس عظیمہ کی عظمت، ثناء و چاہی، مگر دوستوں نے بھی اس کی شہادت کی اصلی حقیقت و بصیرت سے غفلت کی۔ دشمنوں نے اس پر ظلم کیا۔ کیونکہ اس کی مظلومی پر انہیں رونا نہ آیا۔ مگر دوستوں نے بھی ظلم کیا جو نہ شے۔ مگر اس کی اصلی تقدیس و شرف کے لئے مچائی اور جمل کا

ایک آنسو بھی نہ با سکے۔ دشمن تو دشمن تھے اس لئے انہوں نے اس کی دعوت حق کو مٹانا چاہا، مگر دوست دہست ہو کر بھی اس کی دعوت کی پیروی نہ کر سکے۔ و تذاہم یمنظرون الیک وہم لا یبصرون۔

## دل کی حیات جاودانی

پس سچا ماتم وہی ہے جو صرف ہاتھ ہی نہیں بلکہ دل کا ماتم ہو۔ اور دعوتِ درو کا اصلی جواب وہی ہے جو عبرت و بصیرت کی زبان سے نکلے۔ تمہاری آنکھیں اس حادثہ پر بہت روپکلی ہیں، مگر اب تک تمہارا دل کارونا باقی ہے۔ اور اگر وہ نہ ہے تو اپنے دل کو دلاؤ ورنہ صرف آنکھوں کی اس روانی کو لیکر کیا کیجئے جس میں دل کی ایک اشک افشانی کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ حالانکہ انسان کی ساری کائنات حیات صرف دل ہی کی زندگی سے ہے۔ فانہا لا تعی الا بصاسا ولكن تعی القلوب التي فی الصدور۔ مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ رہا کہ زندگی کا فی عبادتِ تیرے جیسے

## نئی صنفِ ماتم

آج ہمارا اجتماع اس لئے ہے کہ اس حادثہ عظیم پر غور و فکر کی ایک نئی صنفِ ماتم بچھائیں۔ اور ان حقیقتوں اور بصیرتوں کی جستجو میں نکلیں جن پر آنکھوں کی اشک افشانیوں سے زیادہ دل کے زخموں سے خون بہتا ہے۔ اور ہاتھوں سے زیادہ روح پر ماتم طاری ہوتا ہے۔ و ذکرا فان الذکر ای شفع المؤمنین۔

## ضیاعِ بصائرِ مضمرہ

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ تاریخ اسلام میں ہمیشہ نون آلودہ حرفوں میں

لکھا گیا۔ اور اشکبار آنکھوں سے پڑھا گیا ہے۔ لیکن اس درد انگیز واقعہ اور ماتم خیز حادثہ کے اندر شریعتِ اسلامیہ کی بے شمار بصیرتیں مضمر تھیں۔ جن کو خون کی ان چادر وں سے چھپا دیا۔ اور ہزاروں اسوہ ہائے حسنہ مخفی تھے جن کو آنسوؤں کے سیلاب بہا لے گئے۔

## نتیجہ خیر طریقہ ماتم

اس لئے اب ہم کو قدیم زمانے کی مجلس ہائے ماتم کا اعفاذ کرنا چاہئے۔ اور خون آلود آنسوؤں کا جو چشمہ ہمائے زخم رسیدہ دلوں سے ابل رہا تھا۔ اس کو کچھ دیر کے لئے ملتوی کر کے خود واقعہ شہادت کو پُر اسرار شریعتِ اسلامیہ کا سرچشمہ بنانا چاہئے۔ حضرت امام حسین کی شہادت پر ماتم کرنے کا یہ ایک نتیجہ خیر طریق ہو گا۔ اور شریعت نے امتِ محمدیہ کو اسی قسم کے طریقِ ماتم کی ہدایت فرمائی ہے۔

## مقبول ترین طریقہ یادگار

دنیا میں اسلاف پرستی کا فطری مادہ ہر قوم کے اندر ہمیشہ رہا ہے۔ اسی بنا پر تمام قوموں نے اپنے اپنے اسلاف کا ماتم مختلف طریقوں سے منایا ہے۔ اور ان کے اعمال کو آئندہ نسل کی عبرت و بصیرت کے لئے زندہ رکھنا چاہا ہے۔ لیکن ان تمام طریقوں میں جو طریقہ سب سے زیادہ مقبول ہوا وہ وہی ہے جس کی بنیاد دنیا کی بت پرستی نے رکھی۔ اور دراصل اصنام پرستی کی زنجیر عمل کی پسیلی اور آخری کڑی اسی کو سمجھنا چاہئے۔ پہلی اس لئے کہ

حال میں بھی آئی عظمت کے نقطہ تک نہ پہنچ سکتی تھیں۔  
یا قریب ہو سکتی تھیں۔ پس وہ کسی طرح بھی قیام  
ذکر و بقائے عظمت کا ایسا طریقہ اختیار نہیں کر سکتا تھا۔  
جس میں پُر کر دینا بار بار ٹھوکر کھا چکی تھی۔ اسلام نے  
ظاہر ہوتے ہی دنیا کے تمام اعمال و معمولات پر نظر  
ڈالی اور ہر عمل کی حقیقت و روح کو لے لیا۔ اور غیر  
مناسب و ناموزون جسم و لباس کو چھوٹ دیا۔

### وحشت بے نقاب ہو گئی

وحشت نے جن حقیقتوں کو تاریک پردوں  
میں چھپا دیا تھا وہ دفعتاً چاک ہو گئے، جہالت  
نے جن مورتیوں کو پتھروں کے ڈھیر میں گم کر دیا  
تھا وہ ان سے الگ ہو کر دنیا میں دامن مراد میں آ گئے۔  
غیر معتدل تمدن نے جن کھلی بصیرتوں کو نوشنا چادر  
کے آب و رنگ میں راز سربستہ کی طرح مقفل کر دیا  
تھا وہ یکسر خاموش ہو گئے۔ اور حقیقت آفتاب  
کی طرح بے نقاب ہو کر ہر انسان کو نظر آ گئی۔ قرآن  
حکیم نے اسی انقلاب کو ان مختصر الفاظ میں  
بیان فرمایا ہے :-

اللہ ولی الذین آمنوا یخفی جہم من الظلمات  
الی النور۔ والذین کفروا اولیاء ہم الطاغوت  
یخفی جہنم من النور الی الظلمات۔

(ترجمہ) خدا مسلمانوں کا دوست اور ساتھی ہے۔  
ان کو ہر طرح کی انسانی تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی  
طرف لیجاتا ہے۔ اور جو لوگ کافر ہیں ان کے دوست اور  
ساتھی شیطان ہیں۔ وہ ان کو روشنی سے نکال کر جہل  
و ضلالت کے اندھیرے کی طرف لے جاتے ہیں۔

بسا اوقات انسانوں نے اسی راہ سے انسان پرستی کی منزل  
پائی۔ اور آخری اس لئے کہ بت پرستی خود تو چلی گئی۔ مگر  
اپنا نقش قدم اس شکل میں اب تک چھوڑ گئی ہے  
ہمارا اشارہ اسلاف پرستی کے اس طریقہ  
کی طرف ہے جس کی بنا پر مشاہیر ملک و قوم کے  
مجسمے (اسٹیچوز) بنائے جاتے ہیں۔ اور ان کو اس لئے  
نصب کیا جاتا ہے تاکہ ان کے ذریعہ قوم کو ہمیشہ  
مشاہیر کی یاد دلائی جائے۔ اور ان کے نقش پر چلنے  
کی ہدایت ملے۔

### یونانی و مصری تہذیب کی آمیزش

اگرچہ اسلاف پرستی کا یہ نہایت قدیم طریقہ  
تھا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ تک اس  
قسم کے متعدد مجسمے قائم ہو چکے تھے۔ اور ان کی  
علانیہ پرستش کی جاتی تھی۔ لیکن یونان و مصر نے  
ان مجسموں پر تمدن کا آب و رنگ پڑھا کر ان کو اور  
بھی شان دار و دل فریب بنا دیا۔ آج یورپ بائیان  
تہذیب و تمدن کے دیوتاؤں کی جو نمائش مجسموں  
کی شکل میں کر رہا ہے ان کے اندر یونان کی اس  
قدیم تہذیب کا عکس صاف نظر آ رہا ہے۔ ہندوؤں  
کی مذہبی سطح پر بھی تصویروں کی جو صفیں نظر آ رہی ہیں  
ان میں بھی اسی کی جھلک پائی جاتی ہے۔

### طریقہ قیام ذکر و بقائے عظمت

لیکن اسلام ایک دین خالص تھا جو تو جہد خالص  
کو قائم کرنا چاہتا تھا۔ اور انسانی عظمت کی تمام راہوں  
کو ہمیشہ کے لئے دروازہ بند کر دینا چاہتا تھا۔ جو کسی

## روحانی انقلاب

یہ ایک عظیم الشان انقلاب تھا۔ جس کی جھلک اسلام کی تعلیمات میں نظر آتی ہے۔ اور مشاہیر پر ماتم کرنے کا طریقہ زمانہ قدیم سے چلا آتا تھا۔ اسلام نے اس میں بھی ایک روحانی انقلاب پیدا کر دیا۔ اس نے مجھوں کی شکل میں اسلاف پرستی کی اجازت نہیں دی۔ کیونکہ وہ بت پرستی تک منحصر ہوتی ہے۔ اور اسلام زندہ انسانوں کے شرف کو پتھروں کے آگے جھکانا نہیں چاہتا۔ مگر اس نے مشاہیر کرام اور اسلاف صالحین کے نمونوں کے فوائد عظیمہ کو بھی ضائع نہ ہونے دیا۔ اور ان کے اثر کو اسی طرح حی و قیوم کر دیا کہ ہر مومن کے آگے ان کی عملی زندگی کے نمونے پیش کر دیئے۔ اور کہا کہ دن میں پانچ مرتبہ خدا کے حضور میں صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت خدا سے مانگو۔

## صراط مستقیم

ساتھ ہی تشریح کر دی کہ صراط مستقیم انبیاء مد یقین شہداء اور صالحین کی راہ علم و عمل ہے۔ اور اس لئے ان کے نمونے ہر وقت تمہارے سامنے رہنے چاہئیں۔ یہ نہایت اہم مقام ہے۔ اس کی پوری تفصیل سورہ فاتحہ میں دیکھنی چاہئے۔ جو مشمولہ ترجمان القرآن جلد اول میں چھپ رہی ہے:

## رسم فاتحہ کی حقیقت

پس ماتم کی جس رسم پڑھشت نے جن تار یک پردوں کو ڈال کر اصل حقیقت کو چھپا دیا تھا۔ اور تمدن و تہذیب نے ان پردوں پر نظر فریب

رنگ پڑھا کر جن بصیرتوں کو گم کر دیا تھا۔ اسلام نے ان سب کو چاک چاک کر دیا۔ اور مغز حقیقت جن چمکوں میں چھپا ہوا تھا ان سے نکل کر علانیہ آشکارا ہو گیا۔

## قرآن مجید اور قیام یادگار

قرآن حکیم میں انبیاء سابقین کے جو قصص مذکور ہیں ان کے اندر در حقیقت انہی بصائر کی روح مضمر ہے جو مجھوں کے قالب میں حلول کر کے بالکل بے اثر اور محض ظاہر فریب ہو جاتی تھی۔ قرآن مجید رجال کی یادگاروں کے قائم کرنے کے اصل مقصد کو ”اسوۂ حسنہ“ کے جامع لفظ سے تعبیر کرتا ہے۔ اور مسلمانوں کو جا بجا اس پر توجہ دلاتا ہے۔ چنانچہ تم بار بار الہی صفات پر پڑھ چکے ہو کہ اس نے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے نمونہ حیات کو مسلمانوں کا قبلہ وجوہ و کعبہ انشاء قرار دیا۔ قد کا فت لکم اسوۂ حسنۃ فی ابراہیم و الذین معہ۔ (ترجمہ) تمہارے لئے حضرت ابراہیم کے حیات طیبہ میں اور ان کی زندگی میں جو ان کے ساتھی ہیں پیروی کے لئے بہترین نمونہ رکھا گیا ہے۔

## واقعہ شہادت اور اسلام

اس بنا پر اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے۔ جو اسلاف پرستی کی صحیح اصول پر اسلامی تعلیم دیتا ہے۔ اور اسی صحیح اصول کے مطابق چاہئے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعہ شہادت کے اندر م



# شانِ فاروقؓ

(از حضرت مولانا سید آفاق صاحب کافلی امرہوی)

(۲)

(۱)

آواز بلند اور ملاقاۃ ہر زبان میں | باتوں میں فصاحت، بلاغت، بیانی میں  
تقریر میں کثرت، صفائی، ہر زبان میں | جس طرح رواں آب ہو دریا رواں میں  
پیدا عربیت قرشیت ہے عمرؓ سے  
یہ مختصر آئینہ اوصاف عمرؓ کا | ہو پیش تو ہو ہر وہ عیاں صاف عمرؓ کا  
کتنی یہ بعیرت ہی انصاف عمرؓ کا | دل طبع و کذب کے ہر شفاف عمرؓ کا  
ہر رنگ میں ظہار صداقت، عمرؓ سے  
اخلاص کی جگہ گئے اسلام میں ازل | اصحابِ نبی کی منہج پاکیزہ فی ازل  
ہر رنگے یوں مٹا ہوا آئینہ دل | فیضانِ مالت کے بنے مومن کامل  
پیدا ئیے اعجازِ رسالت ہے عمرؓ سے  
اسلام کی واقف ہو ایمان کو سمجھا | سیرت کا درس تو قرآن کو سمجھا  
و غیر اسلام کی ہر شان کو سمجھا | پیکر کی کو نہ جبکہ نہیں جان کو سمجھا  
عالم میں نمایاں یہ حقیقت ہے عمرؓ سے  
اسلام کی منظوری انا حضرت عمرؓ کا | قرآن کی تبلیغ سے الفت، عمرؓ کا  
اصلاحِ نبی نوع سے اکت ہے عمرؓ کا | محبوبا سے جو محبت، عمرؓ کا  
اس واسطے مجھ کو بھی محبت، عمرؓ سے  
نافذ کیا احکام شریعت کو جہاں میں | جلدی کیا قانون حکومت کو جہاں میں  
راہ کی انصاف عدالت کو جہاں میں | پھیلا یا مسافرا داخوت کو جہاں میں  
کیا ملت اسلام کی شوکت ہے عمرؓ سے  
شیدا ہوں میں حنین کا زہرا و علیؓ کا  
مشدق کا مخلص ہوں محب ہوں میں غنیؓ کا

ہر مومن کامل کو محبت ہے عمرؓ سے  
ہر صاحبِ اخلاق کو الفت ہے عمرؓ سے  
ہر عالم و عارف کو عقیدت ہے عمرؓ سے  
کیوں عالم اسلام کو الفت ہے عمرؓ سے | کیوں ہل صداقت عقیدہ عمرؓ سے  
آفاق میں اسلام کی شہرت ہے عمرؓ سے | دنیا میں عیاں بن کی شوکت ہے عمرؓ سے  
پیغمبر اسلام کی نسبت ہے عمرؓ سے  
دنیا میں جو قاتل اعجازِ رسالت | تسلیم ہے جسکو از صحبت حضرت  
تاریخ میں سیرت میں جو کھتا ہے بغیر اللہ سے، قرآن سے، نبی سے جسے نسبت  
اس بندہ مسعود کو نسبت ہے عمرؓ سے  
جو حضرت فاروقؓ کی فصاحت، عمرؓ سے | جو ایک اخلاق و عادات کے عرف  
جو نبی خصوصیت فطرت ہے واقف | جو انکی امالتِ نجات ہے واقف  
اس شخص کو لاریب حقیقت ہے عمرؓ سے  
ممتاز قریشی میں معزز ہیں نسب میں | پیشہ ہے تجارت جو موقر و محب میں  
نام آور و مشہور خطابت میں ادیب میں | خطاب کے فرزند شریفانِ عرب میں  
وابستہ ہر کف و شرافت ہے عمرؓ سے  
زور آور و بیابان قریٰ صاف قوت | ہر بات میں ہر کام میں قریٰ جرات ہمت  
چکر کر نمایاں وہ دلیری شجاعت | چھا جائے کچھ کے شاہو پیوست  
پیدا وہ بزرگی و جلالت ہے عمرؓ سے  
اللہ کا بندہ ہوں میں، پیر ہوں نبیؐ کا  
ہوں معتقد اصحاب رسولؐ عربیؓ کا

یہ لاریب آفاق جمع کو محبت ہے عمرؓ سے

(دعوت)

# کتاب بہترین فیق ہے

**پیچا اتھی**، حضرت مولانا غلام احمد صابکوی رحمہ کی آخری حرکت آباد تقریر، مذہب شیعہ پر حال تبصرہ کیا گیا ہے۔ قیمت ۱/۲/-

**تفسیر آیت مباہلہ** : مرثیوں کے بڑے مخالف کا ازالہ۔ قیمت چار آنے ۱/۲/-

**تفسیر آیت امامت** : مرثیہ مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی، قرآن مجید کی ان تمام آیات کی تفسیر جن میں لفظ امام آیا ہے۔ اور مسئلہ امامت پر سیر حاصل تبصرہ۔ قیمت چار آنے ۱/۲/-

**کشف التلبیس حصہ دوم و سوم** : جس میں فضائل صحابہ و دیگر مسائل پر مکمل بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۲۱/-

**تفسیر آیت میراث ارض** : ہر آیت و لفظ کتبنا فی الزبور سے خلفائے راشدین کی خلافت کا ثبوت قیمت ۱/۲/-

**تفسیر آیت اولی الامر منکم** : مرثیہ اور شیعوں کے مخالف کا جواب قیمت چار آنے ۱/۲/-

**خطبات مولانا آزاد** : ہر آیت کے پڑھنے کے بعد کوئی معقولیت پسندانہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کا قائل نہیں ہو سکتا۔ قیمت ۱/-

**ابوالائمہ کی تعلیم** : جس میں شیعہ کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ کوئی شخص محبت علیؑ اور پیروکار اہلبیت

**افکار آزاد** : ہر مرتبہ مولانا محمد عثمان صاحب فارقلیط ایڈیٹر زمزمہ قیمت ۲۱/۲/-

**تفسیر آیت معیت** : مرثیہ مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی آیت محمد رسول اللہ والذین معہ کی تفسیر، حضرات خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کا خلیفہ برحق ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت چار آنے ۱/۲/-

ملنے کا پتہ

مکتبہ حزب انصار و نھیر سالہ شمالی اسلام ڈاک خانہ شمالی اسلام بھیرہ (پاکستان)